عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۶ | ۲ تا ۹/محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۲ تا ۳۱/جنوری ۲۰۰۷ء | شمارہ: ۴

قیمت ۷ روپے

منقبت صحابہ کرام و اہلِ بیت اطہار

علوم نبوت اور علوم وحی کی حفاظت اور نشر و اشاعت میں دینی مدارس اور جامعات کا کردار!

علمائے کرام کے کرنے کا کام

حالات و واقعات حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما

Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatme-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

ایک مسجد کو آباد کرنے کیلئے دوسری مسجد کو شہید کرنا:

س:..... ایک قدیم مسجد جو چاروں طرف سے درختوں' باغات سے ڈھکی ہوئی ہے علاقہ انتہائی گرم' گرمی ناقابل برداشت' حتیٰ کہ مقتدیوں نے کہا کہ ہم گرمی میں نماز پڑھنے نہیں آئیں گے' مسجد کسی طرف سے بڑھائی بھی نہیں جاسکتی' تو کیا سوقدم کے فاصلہ پر نئی مسجد کا بنانا جائز ہے یا نہیں؟

اگر جائز ہے تو ظاہر ہے دونوں مسجدوں میں جماعت نہیں ہوسکتی' تو پھر کیا قدیم مسجد کو منہدم کردیں یا بند کردیں؟

ج:..... ایک مسجد کا دوسری مسجد کے لئے انہدام قصداً جائز نہیں ہے' البتہ دوسری مسجد مذکورہ بالا ضرورت کے تحت بناسکتے ہیں' لیکن اس کو آباد کرنے کے لئے پہلی مسجد کو منہدم نہیں کیا جاسکتا۔

صبح صادق سے طلوع آفتاب تک نفل نماز ممنوع:

س:..... نماز فجر کی دو رکعت سنت ادا کرنے کے بعد اگر جماعت میں کچھ یا زیادہ وقت باقی ہو تو کچھ لوگ مسجد میں نوافل وغیرہ جن کی تعداد مقرر نہیں' صرف وقت پورا ہونے تک ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کیا فجر کی نماز کی سنت اور فرض کے درمیان دیگر نفل نمازوں کی ادائیگی کا یہ طریقہ صحیح ہے؟

ج:..... صبح صادق کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ اور نفل پڑھنا ممنوع ہے۔ قضا نماز پڑھ سکتے ہیں' مگر وہ بھی لوگوں کے سامنے نہ پڑھیں۔

نماز اشراق کا وقت کب شروع ہوتا ہے:

س:..... ہماری مسجد میں اکثر اشراق کی نماز کے وقت پر جھگڑا ہوتا ہے' بعض حضرات سورج نکلنے کے پانچ منٹ بعد نماز پڑھ لیتے ہیں' جبکہ بعض اعتراض کرتے ہیں' ان کا کہنا ہے کہ پورا سورج پندرہ منٹ بعد نکلتا ہے' اس لئے پورے

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

پندرہ منٹ بعد نماز کا وقت ہوتا ہے' آپ فرمائیں کہ اشراق کی نماز کا وقت سورج نکلنے کے کتنی دیر بعد شروع ہوتا ہے؟

ج:..... سورج نکلنے کے بعد جب تک دھوپ زرد رہے' نماز مکروہ ہے' اور دھوپ کی زردی کا وقت مختلف موسموں میں کم و بیش ہوسکتا ہے' عام موسموں میں پندرہ' بیس منٹ میں (زردی) ختم ہوتی ہے' اس لئے اتنا وقفہ ضروری ہے۔ جو لوگ پانچ منٹ بعد نماز شروع کردیتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ البتہ بعض موسموں میں دس منٹ بعد زردی ختم ہوجاتی ہے۔ پس اصل مدار زردی کے ختم ہونے پر ہے۔

توفیق کی دعا مانگنے کی حقیقت:

س:..... توفیق کی تشریح فرمادیجئے؟ دعاؤں میں اکثر خدا سے دعا کی جاتی ہے کہ فلاں کام کرنے کی توفیق دے' مثال کے طور پر ایک شخص یہ دعا کرتا ہے کہ اللہ مجھے نماز پڑھنے کی توفیق دے' مگر وہ صرف دعا ہی پر اکتفا کرتا ہے اور دوسروں سے یہ کہتا ہے کہ جب مجھے توفیق ہوگی تب میں نماز شروع کروں گا' اس سلسلے میں وضاحت فرمادیجئے تاکہ ہمارے بھائیوں کی آنکھوں پر پڑا ہوا توفیق کا پردہ اتر جائے۔

ج:..... توفیق کے معنی ہیں کسی کار خیر کے اسباب من جانب اللہ مہیا ہوجانا' جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے تندرستی عطا فرما رکھی ہے اور نماز پڑھنے سے کوئی مانع اس کے لئے موجود نہیں' اس کے باوجود وہ نماز نہیں پڑھتا' بلکہ صرف توفیق کی دعا کرتا ہے' وہ درحقیقت سچے دل سے دعا نہیں کرتا' بلکہ نعوذ باللہ دعا کا مذاق اڑاتا ہے' ورنہ اگر وہ واقعی اخلاص سے دعا کرتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ نماز سے محروم رہتا۔

☆☆.......☆☆

ہفت روزہ ختم نبوت

جلد:۲۶ شمارہ:۴ ۳ تا ۹/محرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ تا ۳۱/جنوری ۲۰۰۷ء

سرپرست

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا اللہ وسایا

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

مجلس ادارت

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر | مولانا سعید احمد جلالپوری

علامہ احمد میاں حمادی | صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

صاحبزادہ سید محمد سلمان بنوری | مولانا بشیر احمد

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی | مولانا مفتی احسان احمد

سرکولیشن منیجر محمد انور رانا | کمپوزنگ محمد فیصل عرفان

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ • منظور احمد میو ایڈووکیٹ

اس شمارے میں

تین نصیحتیں	اداریہ	۴
مناقب صحابہ کرام و اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم	مولانا سید انور حسین نفیس الحسینی	۶
حالات و واقعات حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما	مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ	۹
دینی مدارس اور جامعات کا کردار!	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر	۱۳
یتیمی کے کٹھن حالات میں تکمیل علم	مولانا ابوسجاد صدیق احمد	۱۶
علماء کرام کے کرنے کا کام	مولانا سید ارشد مدنی مدظلہ	۱۸
آہ! قاری نظام الدین شجاع آبادی کی رحلت	مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی	۲۲
قادیانیت کا مکروہ چہرہ!	مولانا سعید احمد جلال پوری	۲۶
دو فرقوں کیلئے اسلام میں کچھ نہیں	مولانا نعیم الدین	۲۷

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۰ ڈالر۔ سعودی عرب، متحدہ عرب امارات،
بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۰ امریکی ڈالر
زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ ۷ روپے۔ ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور
اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال کریں

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat(Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road.Karachi.
Ph: 2780337 Fax: 2780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۴۵۱۴۱۲۲-۴۵۸۳۴۸۶ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan
Ph: 4583486-4514122 Fax: 4542277

لندن آفس:
35,Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.k.
Ph: 0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسین مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

مولانا سعید احمد جلال پوری

تین نصیحتیں

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

الحمد للّٰہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ:

مشہور محدث اور شافعی المسلک بزرگ حافظ ابن حجر عسقلانی قدس سرہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''منبہات'' میں بحوالہ تورات نقل فرمایا ہے:

''عن وھب بن منبہ الیمانی رحمہ اللہ مکتوب فی التوراۃ: الحریص فقیر وان کان ملک الدنیا، والمطیع مطاع و ان کان مملوکاً، و القانع غنی و ان کان جائعاً۔'' (منبہات ص:۲۴، مطبوعہ مجتبائی دہلی)

ترجمہ:...... ''حضرت وہب ابن منبہ یمانی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ تورات میں ہے کہ: حریص انسان فقیر ہے' چاہے وہ پوری دنیا کا مالک ہی کیوں نہ ہو جائے' اور مطیع و فرماں بردار شخص کی اطاعت کی جاتی ہے' چاہے وہ غلام ہی کیوں نہ ہو' اور قناعت پسند آدمی غنی و دولت مند ہے' چاہے وہ بھوکا ہی کیوں نہ ہو۔''

بلاشبہ یہ ارشاد اپنی افادیت و جامعیت کے اعتبار سے آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس لئے کہ غور و فکر اور تجربہ و مشاہدہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ جو شخص حرص جیسی خطرناک مرض...... درحقیقت جوع البقر کا دوسرا نام ہے...... میں مبتلا ہو وہ کبھی بھی سیرچشم نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حرص و آز کی جہنم ''ھل من مزید'' کا نعرہ لگاتے لگاتے اُسے فنا تو کرسکتی ہے' لیکن وہ کبھی بھر نہیں سکتی۔ بلاشبہ ایسے شخص کی خواہشات کے سمندر کو پاٹنا کسی کے بس کا روگ نہیں' یہاں تک کہ اگر دنیا جہان کی ساری نعمتیں اور مال و دولت کے سارے خزانے اس کے قدموں میں ڈھیر کردیئے جائیں تب بھی وہ مزید در مزید کی تلاش میں ہی رہے گا۔

جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

''ابن آدم (دنیا کے حریص) کے لئے سونے سے بھری ہوئی ایک وادی بھی مہیا ہو جائے تو وہ کہے گا کہ ایک اور بھی ہونی چاہئے' اور اس کے پیٹ کو صرف (قبر کی) مٹی بھر سکتی ہے۔''

بلاشبہ جو شخص اپنی ضروریات اور خواہشات کو اتنا بڑھائے کہ اس کے مقابلہ میں سونے کی وادیاں بھی ناکافی ہوں' ظاہر ہے وہ فقیر ہی کہلائے گا۔ اسی لئے کسی بزرگ کا فرمان ہے:

''آناں کہ غنی تراند فقیر تراند''

یعنی جو لوگ صبر و شکر اور قناعت کی دولت سے محروم ہیں' اگرچہ وہ مالدار ہی کیوں نہ کہلاتے ہوں' دراصل وہ غریب ہی ہیں' اس لئے کہ جس شخص کی ضرورت اتنی محدود ہو کہ وہ معمولی روپوں سے پوری ہو جاتی ہو' وہ غریب و فقیر نہیں ہے' اور جس کی ضرورتوں کے لئے ہزاروں اور لاکھوں بھی ناکافی ہوں' وہ مال

دارا اور غنی کیونکر کہلا سکتے ہیں؟ لہٰذا یہ فرمانا کہ مال و دولت کا حریص فقیر ہے‘ بالکل بجا ہے۔

۲:...... جس شخص میں اطاعت و فرماں برداری کا جذبہ ہو‘ اس کی اطاعت کی جائے گی یعنی اللہ تعالیٰ اس کے سامنے اپنی مخلوق کی گردنوں کو جھکا دیں گے چاہے وہ غلام ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ تاریخ عالم کا مطالعہ کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ بہت سے ایسے اللہ کے بندے جو اگرچہ ظاہری مال و دولت اور خاندانی وجاہت سے محروم تھے‘ مگر ان کا اپنے خالق و مالک سے اطاعت و فرماں برداری کا رشتہ اور تعلق مضبوط تھا‘ دنیا کے بڑے بڑے عہدے اور مناصب کے حاملین حتیٰ کہ وقت کے بادشاہ اور ملوک ان کے قدموں میں بیٹھنے کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عطا ابن ابی رباحؒ اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ جیسے اکابرین اس کی زندہ مثالیں ہیں کہ وقت کے سلاطین ان کی قدم بوسی کو اپنی سعادت سمجھتے تھے‘ جبکہ ان کے خاندانی پس منظر کو دیکھا جائے تو اول الذکر یمن کے باسی کالی رنگت کے ساتھ ساتھ غلامی کا داغ بھی لئے ہوئے تھے‘ جبکہ حضرت ابن مبارکؒ غلام زادے تھے۔

اس کے مقابلہ میں جو لوگ اللہ کے مطیع و فرماں بردار نہ تھے‘ چاہے ان کا خاندانی پس منظر کتنا ہی اونچا کیوں نہ تھا‘ مخلوق خدا نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا تک گوارہ نہیں کیا۔

۳:...... قناعت پسند انسان چاہے ظاہری اعتبار سے بھوکا پیاسا ہی کیوں نہ ہو‘ وہ غنی و مال دار ہی ہے‘ اس لئے کہ مال دار وہی کہلاتا ہے جو کسی کے سامنے اپنی ضرورت کا اظہار نہ کرے اور کسی کے سامنے دست سوال نہ پھیلائے۔ لہٰذا جو شخص بقدر کفاف اللہ کے دیئے ہوئے مال و رزق پر قناعت کرتے ہوئے صبر و شکر سے کام لیتا ہو‘ صحیح معنی میں وہی غنی اور مال دار کہلانے کا مستحق ہے۔

اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”مال داری زیادہ ساز و سامان سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اصل مال داری دل کا غنی ہونا ہے۔“

الغرض انسان کو مال و دولت کا حریص اور پجاری نہیں ہونا چاہئے‘ کیونکہ مال و دولت کی حرص ہی دراصل ناداری اور فقر کی علامت ہے۔ اسی طرح کبر و غرور اور تعلّی سے کام نہیں لینا چاہئے کیونکہ یہی دراصل چھوٹے پن کی نشانی ہے‘ انسان کو اطاعت شعار رہنا چاہئے‘ اس کی برکت سے اس کے سامنے دنیا کی گردنیں جھک جائیں گی‘ اسی طرح قناعت پسندی اختیار کرنی چاہئے کہ یہ سب سے بڑی دولت ہے‘ اور قناعت پسند انسان کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر اپنی توہین و تذلیل کا مرتکب نہیں ہوتا‘ جبکہ زر پرست ہمیشہ دوسروں کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے اور ہر ایک کو اپنے سے زیادہ اچھا جانتا ہے۔ ایسے شخص کو ہر ایک محتاج و ضرورت مند سمجھتا ہے‘ اور محتاج و ضرورت مند انسان کی الا ماشاء اللہ کسی کے دل میں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

و صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیّدنا محمّد و آلہ و اصحابہ اجمعین

ضروری اعلان

جلد کی تبدیلی کے بعد ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کے اندرون و بیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایا جات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایا جات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ”ختم نبوت“ کراچی بذریعہ منی آرڈر‘ چیک یا ڈرافٹ ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

نوٹ: خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

مناقب صحابہ کرام واہل بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم

مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینی

ارشاد باری تعالیٰ:

”اور جو لوگ قدیم ہیں‘ پہلے وطن چھوڑنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیچھے آئے نیکی سے اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور رکھے ہیں واسطے ان کے باغ‘ نیچے بہتی نہریں رہا کریں ان میں ہمیشہ یہی ہے بڑی مراد ملنی۔“ (سورۂ توبہ:۱۰۰)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”میرے کسی صحابی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی نہ کرو‘ کیونکہ ان کا مرتبہ حق تعالیٰ کے یہاں اس درجہ بلند ہے کہ اگر کوئی غیر صحابی احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابی کے ایک سیر بھر بلکہ آدھ سیر جو خیرات کرنے کے برابر بھی نہ ہوگا۔“ (بخاری‘ مسلم‘ ابوداؤد‘ ترمذی)

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوں تو ان سے یوں کہہ دو کہ تمہاری اس بُری حرکت پر خدا کی لعنت ہو۔“

(ترمذی عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما)

سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرو‘ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد (یہ جملہ آپ ﷺ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا) اس کے بعد فرمایا کہ میرے صحابہ کو لعن وطعن کا نشانہ مت بناؤ‘ یاد رکھو جو میرے صحابہ سے محبت کرے گا تو درحقیقت اس کو میری محبت کی بنا پر ان سے محبت ہوگی اور جو ان سے بغض رکھے گا تو درحقیقت مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض ہوگا‘ جو میرے صحابہ کو اذیت دے گا‘ اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی‘ اس نے حق تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے حق تعالیٰ کو اذیت دی تو اس پر عذابِ الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔“

(ترمذی عن عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ مرفوعاً)

مناقب سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ:

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے علی (رضی اللہ عنہ) کی شان میں گستاخی کی تو گویا اس نے میری شان میں گستاخی کی۔“ (رواہ احمد)

حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے مقام غدیر خم پر پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ ارشاد فرمایا کہ:

اے لوگو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں تمام مومنوں کے نزدیک ان کی جانوں سے بھی عزیز تر ہوں؟ سب نے تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا: بیشک ایسا ہی ہے‘ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مومن کو اس کی جان سے بھی زیادہ عزیز ہوں؟ سب نے عرض کیا: بیشک ایسا ہی ہے‘ اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے اللہ! میں جس کا مولیٰ بن جاؤں‘ علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے مولیٰ ہوں‘ اے اللہ! محبت کیجئے اس شخص سے جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرے اور دشمن رکھئے اس شخص کو جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے۔ اس ارشاد کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو مبارکباد دی اور فرمایا: ”اے ابن ابی طالب! مبارک ہو اب تو آپ ہر مومن مرد وعورت کے مولیٰ بن گئے۔“ (رواہ احمد)

مناقب سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے‘ جس نے اس کو مبغوض رکھا اس نے مجھ کو مبغوض

رکھا اور جس نے اس کو ناخوش کیا اس نے مجھ کو ناخوش کیا اور جس نے اس کو اذیت پہنچائی اس نے مجھ کو اذیت پہنچائی۔" (بخاری و مسلم)

حضور اقدس ﷺ نے حضرت حذیفہ ؓ سے ارشاد فرمایا' جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"آج کی رات میں ایک مقدس فرشتہ زمین پر نازل ہوا جو اس سے پہلے زمین پر نہیں آیا تھا اور حق تعالیٰ سے اجازت لے کر اس مقصد سے نازل ہوا کہ مجھ کو سلام کرے اور یہ بشارت سنائے کہ فاطمہ (ؓ) جنت کی عورتوں کی سردار ہوں گی اور حسن و حسین (ؓ) نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے۔" (ترمذی)

حضرت ام المومنین عائشہ ؓ سے مروی ہے:

"وفات مبارک سے چند روز پہلے حضور اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہ ؓ سے ارشاد فرمایا: اے فاطمہ! تمہارے لئے بہت خوشی کا مقام ہے کہ تمہیں جنتی عورتوں کی سردار بنایا جائے گا۔" (بخاری و مسلم)

مناقب سیّدنا حسن و حسین ؓ:

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:

"(حضرت) حسن ؓ نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک سے نصف اعلیٰ میں سر تا بہ سینہ تک بہت مشابہ تھے اور (حضرت) حسین ؓ سینہ کے بعد سے قدم مبارک تک نبی کریم ﷺ کے جسم اطہر سے بہت ہی مشابہت رکھتے تھے۔" (ترمذی)

حضرت اسامہ بن زید رضی ؓ راوی ہیں:

"حضور اقدس ﷺ کی گود میں حضرت حسن و حسین ؓ تھے اور آپ یہ دعا فرما رہے تھے: "اے اللہ! میں حسن اور حسین سے محبت کرتا ہوں' اے اللہ! آپ بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنا لیجئے اور ان لوگوں سے بھی محبت فرمائیے جو ان سے سچی محبت کریں۔"

حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے:

"ایک روز حضور نبی کریم ﷺ ہمارے سامنے اس طرح تشریف لائے کہ آپ ﷺ کے ایک کاندھے پر حسن (ؓ) اور دوسرے پر حسین (ؓ) تھے' آپ ﷺ غایت شفقت سے کبھی ایک کو پیار کرتے اور کبھی دوسرے کو' اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! خدا کی قسم آپ کو تو ان دونوں بچوں سے بہت محبت معلوم ہوتی ہے؟ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو حسن اور حسین (ؓ) سے محبت کرے گا' اس نے درحقیقت مجھ سے محبت کی اور جو ان دونوں سے بغض رکھے گا' وہ دراصل مجھ سے بغض رکھنے والا ہے۔" (البدایہ والنہایہ)

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟ تو اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے محبوب مجھ کو حسن اور حسین (ؓ) ہیں اور بارہا آپ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ (ؓ) سے فرمایا کرتے تھے:

"میرے پاس میرے دونوں بیٹوں حسن اور حسین کو بلا دو تاکہ میں ان کو محبت سے اپنے سینے سے لگاؤں اور پیار کروں۔" (ترمذی)

حضرت عائشہ ؓ سے روایت ہے:

"ایک روز صبح کے وقت نبی کریم ﷺ تشریف لائے اس شان سے کہ آپ ایک اونی منقش کمبل اوڑھے ہوئے تھے' اتنے میں حسن بن علی آ گئے' آپ نے ان کو اپنے کمبل میں داخل کر لیا' پھر حسین ؓ بھی آ گئے' آپ نے ان کو بھی اپنے کمبل میں داخل کر لیا' پھر حضرت فاطمہ ؓ تشریف لائیں تو آپ نے ان کو بھی اپنے کمبل میں داخل کر لیا' ان کے بعد حضرت علی ؓ تشریف لے آئے' آپ نے ان کو بھی اسی کمبل میں لے لیا' اس کے بعد آپ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

"اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو! تم سے (معصیت و نافرمانی کی) گندگی دور رکھے اور تم کو (ظاہراً و باطناً عقیدتاً و عملاً و خلقاً) بالکل پاک و صاف رکھے۔" (ترجمہ از تفسیر بیان القرآن)

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

"غرض کہ لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں' ایک ازواج' دوسرے عترت' خصوصیت قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے' کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی ہو سکتا ہے۔" (تفسیر بیان القرآن)

حضرت زید بن ارقم ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ مقام خم کے قریب جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے' کھڑے ہو کر عام مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا' خطبہ میں حمد و ثنا کے بعد مختلف نصیحتیں فرمائیں' اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں' عنقریب زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا پیامی آئے گا اور میں اس کی دعوت پر لبیک کہوں

گا تو میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ کر جاؤں گا' ان میں پہلی چیز کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے' تم کتاب اللہ کو مضبوط پکڑ لو اور اس کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کرو۔"

اس کے بعد آپ نے مختلف طریقے پر کتاب اللہ کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی اس کے بعد ارشاد فرمایا:

"دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں' تم خدا سے ڈرنا میرے اہل بیت کے معاملے میں' تم اللہ سے ڈرنا میرے اہل بیت کے معاملے میں' (یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا)۔" (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے:

"جب ایک عراقی محرم نے ان سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ بحالتِ احرام مکھی کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟ تو حضرت ابن عمرؓ نے ناخوش ہوکر ارشاد فرمایا: اہل عراق مجھ سے بحالتِ احرام مکھی مارنے کے بارے میں مسئلہ پوچھ رہے ہیں' حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے نواسے حضرت حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل کردیا اور یاد رکھو نبی کریم ﷺ حسن و حسین (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں دنیا میں میری "خوشبوئیں" ہیں۔" (بخاری)

حضرت ام فضل (رضی اللہ عنہا) سے مروی ہے:

"ایک روز میں حسین (رضی اللہ عنہ) کو گود میں لئے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی اور آپ کی گود میں ان کو بٹھلا دیا' آپ ان کو گود میں لئے ہوئے تھے کہ میں پھر کسی کام میں لگ گئی' اچانک جب میری نگاہ نبی کریم ﷺ کے چہرہ انور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے ہیں' حیرت سے میں نے عرض کیا' میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' آپ کی آنکھوں سے انسو کیوں جاری ہو رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ابھی جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے تھے اور مجھ کو مطلع کیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میرے امتی میرے اس پیارے بیٹے کو قتل کردیں گے' ام فضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں' میں نے دوبارہ تعجب سے معلوم کیا کہ کیا حسین (رضی اللہ عنہ) ہی کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہاں حسین ہی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔" (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ پراگندا بال غبار آلود تھے' آپ کے دستِ مبارک میں ایک شیشی تھی' جس میں خون تھا' پس میں نے عرض کیا: "میرے ماں باپ آپ پر قربان' آپ ﷺ کا یہ کیا حال ہے اور یہ شیشی کیسی ہے؟ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ حسین اور ان کے یاروں کا خون ہے' میں صبح سے اب تک اسے جمع کرتا رہا ہوں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"میں نے اس وقت کو اچھی طرح سے یاد رکھا' پس میں نے پایا کہ حسین (رضی اللہ عنہ) ٹھیک اسی وقت میں شہید کیے گئے۔" (مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ' رواہ البیہقی فی دلائل النبوۃ و رواہ احمد)

☆☆..........☆☆

اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے

مولانا ابوالکلام آزاد رحمۃ اللہ علیہ

یاد رکھیے کہ خدا تعالیٰ اپنے کلمہ توحید کی حفاظت کے لئے ہم مسلمانوں کی اعانت کا محتاج نہیں ہے' بلکہ ہم اس کے فضل کے محتاج ہیں' اس تیرہ سو برس کے اندر اسلام میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری سے اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر گئیں۔

اگر اس آخری آزمائش میں بھی ہم پورے نہ اترے تو کیا عجب ہے کہ قدرت الٰہی اپنے دین مبین کی حفاظت کے لئے دوسروں کو چن لے اور ہم کو اسی طرح اپنے دروازے سے مطرود و مردود کردے' جس طرح ہم سے پہلے بہت سی قومیں ہو چکی ہیں:

"اے لوگو! تم اللہ کے فقیر و سائل ہو' اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے' اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے اور ایک دوسری مخلوق کو پیدا کردے اور اس کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔"

حالات و واقعات

حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما

مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما:

آپؓ کا اسم شریف حسن اور کنیت ابو محمد ہے۔ حسنؓ نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے تجویز فرمایا تھا۔ آپؓ کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور والدہ جگر گوشۂ رسول حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ حضرت علیؓ کے سب سے بڑے بیٹے ہیں۔ حضرت علیؓ کی کنیت ابوالحسن آپ ہی کے نام کی وجہ سے ہے۔

ولادت:

رمضان ۳ ہجری میں آپؓ پیدا ہوئے' رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ولادت کی خبر پاکر حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئے' پیارے نواسے کو گود میں لیا' خود ان کے کان میں اذان دی اور عقیقہ کرایا اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا' اور اس طرح براہ راست ان کے کان میں پہلی آواز رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہنچی اور جو بات پہلی بار کان میں پہنچی وہ بھی اذان تھی' جو دین کی بھرپور دعوت ہے۔ بچپن کا بڑا حصہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کے سایہ عاطفت میں گزرا ہے۔ آپؐ کی وفات کے وقت حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی عمر ۸ سال کی تھی۔

خلافت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ کی جامع مسجد میں کوفہ اور قرب و جوار کے مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت ہی میں ان کے اور حضرت معاویہؓ کے مابین شدید اختلاف تھے' ابھی حضرت حسنؓ کی بیعت خلافت کو چھ یا سات ماہ ہی گزرے تھے کہ قتل وقتال سے بچنے کے لئے حضرت حسنؓ نے حضرت معاویہؓ سے صلح کرلی اور بار خلافت سے حضرت معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہوکر مدینہ طیبہ تشریف لے آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشینگوئی: "ابنی ھذا سید و لعل اللہ ان یصلح بہ بین الفئتین من المسلمین" یعنی میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ صحیح ثابت ہوگئی۔ اس مصالحت کے وقت حضرت حسنؓ نے جو بھی شرائط صلح حضرت معاویہؓ کے سامنے رکھیں حضرت معاویہؓ نے ان کو قبول فرمالیا اور مدت العمر ان کا لحاظ رکھا۔ ان میں وافر مقدار میں مال کی شرط بھی تھی جو ان کے آرام وراحت کے ساتھ گزر اوقات کے لئے خوب کافی تھا' لیکن وہ اس مال کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے تھے حتیٰ کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ اپنے موزے بھی اللہ کے راستہ میں خرچ کردیئے اور صرف جوتے روک لئے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت حسنؓ نے یکسوئی کی زندگی اختیار فرمائی اور عبادت وریاضت اور دین کی تبلیغ کو اپنی زندگی کا مشن بنالیا۔ آپ نے کئی شادیاں کیں اور ان سے دس یا اس سے بھی زیادہ بچے پیدا ہوئے۔

وفات:

۵۰ یا ۵۱ ہجری میں کسی نے آپ کو زہر دے دیا اور یہی وجہ شہادت بن گیا۔ مدینہ کے امیر سعید بن العاصؓ نے نماز پڑھائی۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

حلیہ:

آپ شکل وصورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت مشابہ تھے۔ ایک موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنی گود میں اٹھالیا اور حضرت علیؓ کے سامنے فرمایا کہ حسن تمہارے مشابہ نہیں ہیں یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں۔ حضرت علیؓ سنتے رہے اور ہنستے رہے۔ امام ترمذیؒ نے حضرت انسؓ کا یہی قول نقل کیا ہے۔

فضائل:

حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل بڑی حد تک مشترک ہیں' اس لئے ان کے مناقب وفضائل بھی حضرت حسینؓ کے تذکرہ کے بعد ہی ذکر کئے جائیں گے' محدثین میں امام بخاری' امام مسلم اور امام ترمذی رحمہم اللہ وغیرہم نے بھی ایسا ہی کیا ہے کہ دونوں کے فضائل ومناقب ایک ساتھ ہی ذکر کئے ہیں۔

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما:

تاریخ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری ہے' اس وقت عمر شریف تقریباً ۵۵ سال تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے نواسے اور حضرت علی و حضرت فاطمہؓ زہرا کے چھوٹے صاحبزادے حضرت حسینؓ کی ولادت شعبان

۴ ہجری میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ان کا نام حسین رکھا‘ ان کو شہد چٹایا‘ ان کے منہ میں اپنی زبان مبارک داخل کر کے لعاب مبارک عطا فرمایا اور ان کا عقیقہ کرنے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے ان کے عقیقہ کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ اپنے بڑے بھائی حضرت حسنؓ کی طرح حضرت حسینؓ بھی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مشابہ تھے اور آپ کو ان سے بھی غیر معمولی محبت اور تعلق تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ان کی عمر صرف چھ یا سات سال تھی‘ لیکن یہ چھ‘ سات سال آپ کی محبت اور شفقت ومحبت میں گزرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق وحضرت عمر رضی اللہ عنہما نے خاص لطف وکرم اور محبت کا برتاؤ کیا۔

حضرت عمرؓ کے آخری زمانہ خلافت میں آپ نے جہاد میں شرکت شروع کی ہے اور پھر بہت سے معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں جب باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کرلیا تھا تو حضرت علیؓ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو ان کے گھر کی حفاظت کے لئے مقرر کردیا تھا‘ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد حضرت حسنؓ نے جب حضرت معاویہؓ سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبرداری کے ارادہ کا اظہار کیا تو حضرت حسینؓ نے بھائی کی رائے سے اختلاف کیا‘ لیکن بڑے بھائی کے احترام میں ان کے فیصلہ کو تسلیم کرلیا۔ البتہ جب حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے یزید کی خلافت کی بیعت لی تو حضرت حسینؓ اس کو کسی طرح برداشت نہ کرسکے اور یزید کے خلیفہ بن جانے کے بعد اپنے بہت سے مخلصین کی رائے ومشورہ کو نظر انداز کر کے جہاد کے ارادہ سے مدینہ طیبہ سے کوفہ کے لئے تشریف لے چلے‘ ابھی مقام کربلا ہی تک پہنچے تھے کہ واقعہ کربلا پیش آیا اور آپ وہاں شہید کردیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ زہراؓ ہی سے چلی ہے اور ان کی اولاد میں حضرات حسنین اور ان کی دو بیٹیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہم اجمعین ہی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بقاء نسل کا ذریعہ بنے ہیں۔

حضرات حسنینؓ کے فضائل ومناقب:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور آپ کے صحابی ہونے کا شرف کیا کم ہے‘ پھر آپ کو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت بھی تھی۔ شفقت ومحبت کا یہ عالم تھا کہ یہ دونوں بھائی بچپن میں حالت نماز میں آپ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے‘ کبھی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں سے گزرتے رہتے اور آپ نماز میں بھی ان کا خیال کرتے‘ جب تک وہ کمر پر چڑھے رہتے‘ آپ سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔ آپ اکثر انہیں گود میں لیتے‘ کبھی کندھے پر سوار کرتے ان کا بوسہ لیتے انہیں سونگھتے اور فرماتے: "انکم لمن ریحان اللہ" تم اللہ کی عطا کردہ خوشبو ہو۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر حضرت اقرع ابن حابس رضی اللہ عنہ نے عرض کردیا: اے اللہ کے رسول! میرے تو دس بیٹے ہیں لیکن میں نے آج تک کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا: "انہ من لا یرحم لا یرحم" جو رحم نہیں کرتا‘ اس پر بھی منجانب اللہ رحم نہیں کیا جاتا۔ آیت تطہیر کے نزول کے بعد آپ نے حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو اپنی ردائے مبارک (چادر مبارک) میں داخل فرما کر اللہ سے عرض کیا:

"اللھم ھولاء اھل بیتی
فاذھب عنھم الرجس وطھرھم
تطھیرا"

(باب مناقب اہل بیت ترمذی شریف)

ترجمہ: ”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں‘ ان سے گندگی کو دور فرمادیجئے اور پاک وصاف کردیجئے۔“

صحیح بخاری میں حضرت عدی بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو اپنے کندھے پر سوار کئے ہوئے تھے اور یوں دعا کر رہے تھے: "اللھم انی احبہ فاحبہ" (اے اللہ! یہ مجھے محبوب ہے‘ آپ بھی اسے اپنا محبوب بنالیجئے)۔ (بخاری ومسلم)

امام بخاری ؒ نے ہی حضرات حسنینؓ کے مناقب میں حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ان سے کسی عراقی نے مسئلہ دریافت کیا کہ محرم اگر مکھی مار دے تو کیا کفارہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بڑی ناگواری سے جواب دیا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھنے آتے ہیں اور نواسہ رسولؐ (حضرت حسینؓ) کو قتل کردیا‘ حالانکہ آپؐ نے اپنے دونوں نواسوں کے بارے میں فرمایا تھا: "ھما ریحانتای من الدنیا" (یہ دونوں میرے لئے دنیا کی خوشبو ہیں)۔ (صحیح بخاری)

امام ترمذیؒ نے حضرت اسامہ بن زید کی حدیث ذکر کی ہے کہ میں کسی ضرورت سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ گھر کے باہر اس حال میں تشریف لائے کہ آپؐ دونوں کوکھوں پر (یعنی گود میں) کچھ رکھے ہوئے تھے اور چادر اوڑھے ہوئے تھے‘ میں جب اپنے کام سے فارغ ہوگیا تو عرض کیا یہ کیا ہے آپؐ نے چادر ہٹادی میں نے دیکھا کہ ایک جانب حسنؓ اور دوسری جانب حسینؓ ہیں اور فرمایا:

"ھذان ابنای وابنا ابنتی
اللھم انی احبھما فاحبھما واحب
من من یحبھما" (ترمذی شریف)

ترجمہ: ”اے اللہ! میں ان دونوں

سے محبت کرتا ہوں' آپ بھی ان سے محبت فرمایئے اور جو ان سے محبت کرے اس کو بھی اپنا محبوب بنالیجئے۔"

"اللھم انی احبھما فاحبھما"

ترجمہ: "اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں' آپ بھی ان کو اپنا محبوب بنالیجئے۔"

دعائیہ کلمات صحیح سندوں سے حدیث کی متعدد کتابوں میں مروی ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ آپ کے یہ دونوں نواسے اللہ کے بھی محبوب اور اللہ کے رسول کے بھی محبوب اور ان دونوں سے محبت رکھنے والے بھی اللہ اور اس کے رسول کے محبوب ہیں' ایک بار ایسا ہوا کہ آپ خطبہ دے رہے تھے' دونوں نواسے آگئے آپ نے خطبہ روک کر ان دونوں کو اٹھالیا اور اپنے پاس بٹھایا پھر باقی خطبہ پورا کیا۔

امام ترمذی نے حضرت یعلی بن مرۃؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"حسین منی وانا من حسین احب اللہ من احب حسینا حسین سبط من الاسباط۔" (جامع ترمذی)

ترجمہ: "حسین میرے ہیں اور میں حسین کا' جو حسین سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے' حسین میرے ایک نواسے ہیں۔"

حسین منی انا من حسین کے کلمات انتہائی محبت' اپنائیت اور قلبی تعلق کے اظہار کے لئے ہیں' اس کے بعد وہی دعائیہ کلمات ہیں' جن کے متعلق عرض کیا کہ یہ الفاظ متعدد روایات میں مذکور ہیں' اس مضمون کی کئی روایات امام ترمذی نے مناقب الحسن والحسین کے عنوان کے تحت ذکر کی ہیں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کی والدہ کو سیدۃ نساء اھل الجنۃ (جامع ترمذی) اور دونوں بھائیوں کو سید اشباب اھل الجنۃ (جامع ترمذی) فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام خصوصاً حضرات شیخینؓ (حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کا معاملہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم کا رہا' ابھی حضرت حسنؓ کے تذکرہ میں گزرا کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو گود میں اٹھالیا تھا بلکہ بعض روایات میں تو کندھے پر بٹھانے کا ذکر ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دونوں بھائیوں کا وظیفہ اہل بدر کے وظائف کے بقدر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اور اس کی وجہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قرابت بیان کی' حالانکہ یہ دونوں حضرات ان کے دور خلافت کے آخر میں بالکل نوجوان ہی تھے' حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت کا واقعہ ہے کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہؐ کے منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔

حضرت حسینؓ آئے اور حضرت عمرؓ کو مخاطب کر کے کہا: میرے باپ (نانا جان) کے منبر سے اترو اور اپنے والد کے منبر پر جا کر خطبہ دو۔ حضرت عمرؓ نے کہا: میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے یہ کہا اور ان کو اپنے پاس منبر پر بٹھالیا اور بہت اکرام اور لطف و محبت کا معاملہ کیا۔ انہیں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں یمن سے کچھ حلے (چادروں کے جوڑے) آئے' آپ نے وہ صحابہ کرامؓ کے لڑکوں میں تقسیم کر دیئے اور حضرات حسنینؓ کے لئے ان سے بہتر حلے منگوائے اور ان دونوں بھائیوں کو دیئے اور فرمایا اب میرا دل خوش ہوا ہے۔ (سیر اعلام النبلاء)

یہ دونوں بھائی اگرچہ کثیر الروایت نہیں لیکن پھر بھی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والدین سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ دونوں بھائی بہت ہی عبادت گزار تھے' دونوں نے بار بار مدینہ سے مکہ تک پیدل سفر کر کے حج کئے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں کثرت سے مال خرچ کرتے تھے' جود و سخا' ماں باپ اور نانا جان سے وراثت میں ملی تھی۔

رضی اللہ عنھما و ارضاھما.

☆☆..........☆☆

ملت کے جوانوں سے......

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مسلمان ملت سے بندھا ہوا ہے' بُنا ہوا' سلا ہوا ہے' وہ ملت سے الگ نہیں کیا جا سکتا ہے' جس طرح موج دریا سے الگ نہیں کی جاسکتی' موج کو دریا سے الگ کر دیا جائے تو موجوں کا وجود ہی ختم ہو جائے گا بلکہ پانی کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہ جائے' موج کا وجود دریا کے اندر ہے ہم سب ملت کی موجیں ہیں' اگر دریا ہے اور دریا رواں ہے' صاف شفاف ہے' ٹھہر نہیں گیا ہے' اس میں کوئی بو نہیں پیدا ہوگئی ہے تو موجیں کھیلتی رہیں' اچھلتی رہیں' کودتی رہیں سب ان کا احترام کریں گے سب ان کو عزت کی نگاہوں سے دیکھیں گے' ان کا وجود تسلیم کریں گے' لیکن موجیں باہر کیسا ہی اچھلیں' کودیں وہ سب عارضی ہیں جیسے شعلہ بھڑک کر بجھ جاتا ہے' موج جیسے باہر نکلی اس کا وجود ختم' ہم آپ اگر ملت سے کٹ گئے ہمارا وجود ختم!

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں
ہمدرد کی مجرّب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی
Suduri
FOR COUGH & COLD
LAOOQ SAPISTAN
جوشینا
Joshina
سُعالین
سُعالین
مُفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سُعالین گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد وخشک موسم یا گرد وغبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سُعالین لیجیے۔ سُعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔
جوشینا
نیا ذائقہ
نزلہ، زکام، فلو اور اُن کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مُضر اثرات بھی دُور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔
لعوق سپستاں
نزلے زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لیے
صُدوری
مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔
بچوں، بڑوں سب کے لیے یکساں مُفید۔
شوگر فری صُدوری بھی دستیاب ہے۔
سُعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صُدوری۔ ہر گھر کے لیے بے حد ضروری
ہمدرد
مدینۃ الحکمۃ: تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk
Adarts-SJLS-1/2001

علوم نبوت اور علوم وحی کی حفاظت اور نشر واشاعت میں

دینی مدارس اور جامعات کا کردار!

۱۵ مئی ۲۰۰۵ء کو وفاق المدارس العربیہ کے تحت کنونشن ہال اسلام آباد میں منعقدہ دینی مدارس کنونشن میں یہ مقالہ پڑھا گیا' چونکہ کنونشن میں عرب سفرا اور بعض عرب شخصیات بھی تھیں' اس لئے مجھے کہا گیا کہ میں عربی میں مقالہ پڑھوں' لہٰذا یہ مقالہ عربی زبان میں تھا۔ قارئین ختم نبوت کے استفادہ کی خاطر اس کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ (عبدالرزاق اسکندر)

الحمد للّٰہ رب العالمین' والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الأنبیاء والمرسلین' وعلی آلہ وصحبہ اجمعین' ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین'

اما بعد:

معزز سفرأ' سیاسی زعما' علماً کرام اور مہمانانِ گرامی قدر!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

یہ امر میرے لئے باعثِ سعادت ہے کہ میں آپ حضرات کے سامنے پاکستان میں قائم دینی مدارس وجامعات اسلامیہ کی خدمات: درس وتدریس' تصنیف وتالیف' دین وشریعت' علوم نبوت کی اشاعت وترویج اور ان کی نشر واشاعت کے حوالے سے اجمالی خاکہ پیش کروں۔

جیسا کہ آپ حضرات کے علم میں ہے کہ متحدہ ہندوستان ایک اسلامی مملکت تھی' لیکن جب استعماری قوتوں نے اپنے مکر وفریب اور دھوکا دہی سے اس پر قبضہ جمایا اور اسلامی ریاست کو تاراخت کردیا تو اس کے نظام تعلیم کو بھی تبدیل کردیا' ہزاروں اکابر علماً وصلحاً کو بھی قتل کردیا' جس کے نتیجے میں سخت مزاحمت کے بعد علماً ومسلمانانِ ہند نے بدلتے ہوئے حالات کا جائزہ لینے اور مسلمانوں کے دین وایمان کے تحفظ اور مستقبل میں اسلام کی بقا کی سوچ وفکر کی غرض سے بیٹھ کر سوچنا شروع کیا' بالآخر علماً کرام حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی سرپرستی میں جمع ہوئے' سب کی اجتماعی سوچ یہ تھی کہ اب علوم وحی اور امتِ مسلمہ کے ایمان کی حفاظت کس طرح کی جائے؟

اللہ تعالیٰ نے انہیں راستہ دکھایا اور ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ اب ہندوستان میں اسلامی مدارس ومکاتب کا جال بچھایا جائے اور

مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر

مسلمانوں کی نسل کے دین وایمان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ان کی فکری تربیت کی جائے' چنانچہ طے ہوا کہ ایک اسلامی مدرسہ کی بنیاد رکھی جائے جو مسلمانوں کو شرعی علوم کتاب اللہ' سنت رسول اللہ' فقہ وعلوم عربیہ سکھائے' اور امت مسلمہ کو باعمل علماً اور دین کے ہر شعبہ کے متخصصین فراہم کرے۔

چنانچہ اس مدرسہ کی ابتدا ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۸۶۸ء میں ایک شاگرد جن کا نام محمود اور ایک ہی استاذ جن کا نام بھی محمود تھا' سے ایک مسجد کے صحن اور انار کے درخت کے سائے میں ہوئی' وہاں نہ کلاسوں کا تصور تھا اور نہ ہی طلبہ کے لئے کسی کمرے کا اور یہ سب کچھ دیوبند نامی شہر میں ہوا' یہ تھی اس پودے کی ابتدا جیسا کہ حدیث نبوی ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی سربلندی کے لئے پودے اگاتے ہیں'' اللہ نے اس پودے میں برکت ڈالی تو وہ نہایت تناور درخت بن گیا' جس کی جڑیں زمین میں مضبوط اور شاخیں آسمان کو چھوتی ہیں اور جو اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل دے رہا ہے۔

اس طرح یہ مدرسہ بعد میں ایک عالمی اسلامی یونیورسٹی بنا اور ہندوستان کا ازہر قرار پایا' جہاں ہندوستان سے جوق در جوق علم کے پیاسے اس کی طرف لپکے' وہاں دیگر ممالک سے بھی طلبہ کے وفود آنے لگے' جس کے نتیجہ میں امتِ مسلمہ کو اس کے ثمرات وفوائد پہنچنے لگے اور اس جامعہ نے ہزاروں کی تعداد میں علماً' مفسرین' محدثین' فقہاء' مفتی' قاضی' خطباء' مبلغین ومؤلفین پیدا کئے' جنہوں نے ہر علم وفن اور عربی' اردو' فارسی اور دوسری مقامی زبانوں میں خدمات سرانجام دیں اور تالیف وتصنیف فرمائیں' انہی میں سے صرف ایک عالم کی چھوٹی بڑی تصنیفات جو کئی جلدوں پر مشتمل ہیں' جس کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے' جو اپنی ذات میں خود ایک امت تھے اور انہوں نے اکیلے وہ کام کر دکھایا جو ایک پوری جماعت اور اکیڈمی نہیں کرسکتی۔

پھر یہ علماً برصغیر میں ہر طرف پھیل گئے'

تا کہ ان علوم کو جہاں مسلم معاشرے میں پھیلائیں وہیں شرک و بدعات اور گمراہ فرقوں کا مقابلہ کریں' چنانچہ ان علماً کرام کے عیسائیوں اور ہندوؤں سے مناظرے ہوئے' جن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سرخرو کیا اور باطل کو شکست دی' دوسری طرف انہی علماً کرام نے دیو بند کی طرز پر مدارس و جامعات کی بنیاد رکھی' جن کا نظم و نسق اگر علماً نے سنبھالا تو ان کے اخراجات اہل خیر حضرات نے اپنے ذمہ لے لئے' چنانچہ پاکستان' بنگلہ دیش' ہندوستان اور دیگر ممالک میں ہزاروں کی تعداد میں یہ ادارے دیو بند کی شاخیں تصور کی جاتی ہیں' جن میں ہر طبقہ اور ہر قوم کے لاکھوں طلبہ آتے اور دین میں فقاہت حاصل کرتے رہے اور اپنے اپنے ممالک وقبائل کی طرف مرشد و منذر اور ہادی اور راہنما بن کے لوٹتے رہے۔

معزز سامعین!

ان مدارس و جامعات کا نصاب بطور خاص مندرجہ ذیل علوم پر مشتمل ہے: عربی گرامر سے متعلقہ علوم' علوم قرآن' علوم حدیث' علوم فقہ وغیرہ۔ اور اس کی مدت تعلیم مڈل کے بعد آٹھ سال ہے' مجموعی اعتبار سے ان کی تعلیم کا دورانیہ سولہ سال پر مشتمل ہے' اس نصاب اور ان مدارس کی نگرانی علماً کی ایک تنظیم کرتی ہے جو ''وفاق المدارس العربیہ'' کے نام سے جانی اور پہچانی جاتی ہے اور جس کی زیر نگرانی مدارس و جامعات کی تعداد نو ہزار سے زائد ہے' جن کے ماتحت ۸ لاکھ سے زائد طلباً و طالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں' جن کے ہر تعلیمی مرحلے کا امتحان بورڈ (وفاق) لیتا ہے اور انہیں سندات جاری کرتا ہے اور اس کا آخری سال ایم اے عربی و اسلامیات کے مساوی ہے جو کہ باقاعدہ حکومت سے منظور شدہ ہے۔

مسلمان بھائیو!

میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات کی توجہ ان سازشوں کی طرف مبذول کراؤں' جو اعدائے اسلام اور ان کے آلہ کار دینی اداروں کے خلاف کرتے ہیں' خاص کر پاکستان کے مدارس و جامعاتِ اسلامیہ کی مخالفت میں ان کی سازشوں سے متعلق کچھ عرض کرنا چاہوں گا:

مدارس مخالف لابی نہ صرف دینی مدارس کی مخالف ہے' بلکہ دراصل یہ عناصر اسلام اور انسانیت کے دشمن ہیں' ان کی سازشوں کا ہدف مدارس کا خاتمہ اور علماً کا قتل عام ہے' اگر وہ ان کو ختم کرنے میں ناکام ہوں تو ان کے نصاب کو مسخ کرنا اور ان سے متعلقہ حضرات کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانا' انہیں دہشت گرد اور متعصب قرار دینا ان کے مقاصد میں شامل ہے' دراصل یہ مدارس ان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے ہیں' ان مدارس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ خیر کے سرچشمے ہیں' رشد و ہدایت کے منار ہیں' وہ ایسے لوگ پیدا کر رہے ہیں جو علماً و صلحاً ہیں جو اس دین کی حقیقی روح کی حفاظت کر رہے ہیں اور بغیر کسی تحریف و تبدل کے اسے امتِ مسلمہ تک پہنچاتے ہیں' وہ انہیں ایک رب سے جوڑتے ہیں' انہیں حلال و حرام کی تمیز سکھاتے ہیں' معاملات کے طریقے بتلاتے ہیں' اخلاق و آداب بتلاتے ہیں' یہی وہ لوگ ہیں جن سے اللہ کے گھر آباد اور اس کے شعائر کی تعظیم برقرار رہتی ہے' اچھائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔

ایک عرصے قبل کچھ بڑے سرکاری لوگوں کا وفد رئیس وفاق المدارس حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے پاس آیا جو آج کی کانفرنس کے مہمان خصوصی بھی ہیں' انہوں نے نصاب کی تبدیلی کے متعلق کافی بحث و مباحثہ کیا' اور انہوں نے شیخ کو بہلانے پھسلانے کی کوشش کی' مگر اللہ تعالیٰ حضرت کو جزائے خیر دے انہوں نے ان کی ہر بات کا مدلل رد کیا اور وہ ناکام لوٹے۔

دینی مدارس کے نصاب میں عصری اور فنی علوم کے مضامین کو درج کرنے کا مشورہ دینے والوں کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی میڈیکل کالج کے پرنسپل سے یہ مطالبہ کرے کہ آپ اپنے نصاب میں انجینئرنگ اور قانون سے متعلق مضامین بھی شامل کریں' ظاہر ہے اس کا جواب یہی ہوگا کہ ہم نے یہ کالج اس لئے نہیں بنایا کہ ہم انجینئرز و وکلاً پیدا کریں بلکہ ہم نے یہ کالج امراض کے ماہر ڈاکٹرز پیدا کرنے کے لئے کھولا ہے جو لوگوں کا علاج کر سکیں۔

معزز حضرات!

علم حاصل کرنا ہر قوم اور ہر شعبے کے ہر فرد کا بنیادی حق ہے جو اقوام متحدہ کے چارٹر میں شامل ہے اور ہر ملک کا دستور ہے اور وہ ہر طالب علم کو یہ حق بھی دیتے ہیں کہ وہ تعلیمی شعبوں میں جو شعبہ اختیار کرنا چاہے کر سکتا ہے اور جس کی طرف اس کا میلان ہو وہ اس کو اپنا سکتا ہے' لہٰذا کوئی اپنے لئے میڈیکل اختیار کرتا ہے' تو کوئی قانون' سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے طلباً کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے لئے شریعت منتخب کریں' علوم وحی کو اختیار کریں' دین میں فقاہت حاصل کریں؟ آپ انہیں اس بنیادی حق سے کیوں محروم کرنا چاہتے ہیں' جسے اللہ تعالیٰ نے اس امت پر فرض کفایہ

قرار دیا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فلو لا نفر من كل فرقة
منهم طائفة ليتفقهوا في
الدين۔''

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حضرات علمأ کرام اور اہل دین کو متعصب اور تنگ نظر قرار دیا جاتا ہے تو یہ ان پر بہتان عظیم ہے' میں ایک چھوٹی سی مثال سے اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارا دین ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ تمام انبیأ کرام علیہم السلام پر ایمان لائیں اور ان سے محبت کریں' یہ ہمارے ایمان کا جزو ہے' جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

''آمن الرسول بما انزل
من ربه والمؤمنون كل آمن
بالله وملائكته وكتبه ورسله''

اور اسی محبت کا یہ جیتا جاگتا ثبوت ہے کہ آپ کوئی مسلم گھرانہ ایسا نہیں دیکھیں گے جو سابقہ انبیأ کرام اور حضرت مریم وغیرہا کے ناموں سے خالی ہو' اس کے برعکس یہودیوں اور عیسائیوں میں سے ایسا کوئی گھرانہ نہیں نظر آئے گا جو ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ' حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے ناموں پر اپنے نام رکھتا ہو تو خدارا بتلایئے کہ شدت پسند کون ہے؟ وہ جو تمام انبیأ و رسولوں پر ایمان لائے اور ان سے محبت رکھتے ہیں یا وہ جو ایک نبی کو مانیں اور باقیوں کا انکار کریں؟ اور ان کی توہین کریں؟ کیا کبھی آپ نے ان حضرات کو دیکھا کہ وہ اپنی اولاد کا نام محمد' ابوبکر' عثمان' علی رکھیں اور اپنی لڑکیوں کا نام عائشہ اور فاطمہ رکھیں؟ جب کہ ہمارا دین ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ساری انسانیت اللہ کی عیال ہے اور ان میں اللہ کو محبوب وہی ہے جو اس کے عیال کے لئے سب سے اچھا اور خیر خواہ ہو۔

مدارس کی مخالفت میں کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ ان میں صرف غریب و غربأ پڑھتے ہیں' جنہیں کھانا پینا' میسر نہیں' بلاشبہ یہ ان کی کم علمی' جہالت اور مدارس دشمنی کی علامت ہے' ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ان مدارس و جامعات میں معاشرے کے ہر طبقے کی نمائندگی موجود ہے' جن میں امرأ' وزرأ' سیاست دان' بیوروکریٹ' صنعت کار اور متوسط و غریب طبقے کے بچے بھی زیر تعلیم ہیں اور یہ سب کے سب علم دین کی محبت میں آتے ہیں نہ کہ روٹی کے پیچھے اور یہی انبیأ کے متبعین ہوتے ہیں۔

آخر میں خیر خواہی کے جذبے کے تحت مسلمان حکام کو یہ بتانا چاہتا ہوں...... اس لئے کہ دین نام ہے خیر خواہی کا...... کہ اس دین کی مسؤلیت ہم سب پر ہے' خاص طور پر آپ حضرات پر سب سے زیادہ اس کی ذمہ داری ہے' لہٰذا آپ اپنے آپ کو اس دین کا خادم اور وفادار بنائیں' آپ کے معاملات آپ کے ہاتھوں میں ہونے چاہئیں اور آپ دوسروں کے آلۂ کار نہ بنیں' آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''امعة مت بنو'' یہ جو کہتے پھرتے ہیں کہ اگر لوگوں نے اچھا کیا تو ہم بھی اچھا کریں گے' اور اگر انہوں نے برا کیا تو ہم بھی برا کریں گے' ایسا نہ کرو' بلکہ اپنے آپ کو اس موقف پر مضبوط کرو کہ لوگوں نے اچھا کیا تو ہم بھی اچھا کریں گے اور اگر انہوں نے برا کیا تو بھی ہم اچھا کریں گے۔

اسی طرح میں اسلام دشمنوں سے بھی یہ کہنا چاہوں گا...... خصوصاً ان کو جو اس دین اور اس کے پیروکاروں سے عناد رکھتے ہیں...... کہ: اگر تم اس کے پیروکاروں کو کمزور سمجھتے ہو تو جان لو کہ اس دین کا ایک رب ہے جو اس کی حفاظت کرنا جانتا ہے' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''انا نحن نزلنا الذكر وانا له
لحافظون۔''

اور حقیقتاً اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت باعمل علمأ کرام کے ذریعے فرمائی ہے اور دشمنوں کی سازشوں کے باوجود یہ مدارس و جامعات اپنا فریضہ دکام انجام دیتے آئے ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی دیتے رہیں گے۔ والسلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ۔

☆☆.............☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

یتیمی کے کٹھن حالات میں تکمیل علم

مولانا ابوسجاد صدیق احمد

یتیمی کے کٹھن صبر آزما حالات میں تکمیل علم:

دین حقہ کا ایک معجزہ کہیں یا حوادث روزگار کا اتفاق کہ بڑے اور نامور علماء' ائمہ اور فقہاء محدثین کی حالات زندگی کے مطالعہ سے یہ پہلو سامنے آتا ہے کہ اکثر و بیشتر کی تعلیمی پروان انتہائی غریبی و مفلوک الحالی میں چڑھی ہے بلکہ بہت سے ائمہ تو داغ یتیمی سہہ کر علم کے راہ کے راہی بنے اور سخت اذیت ناک و مشکل ترین حالات سے نبرد آزما ہوکر انہوں نے علم کا تاج اپنے سروں پر سجایا۔ امام ابو یوسفؒ کے زندگی کے ابتدائی تعلیمی زندگی کی ایک جھلک اس سے قبل اس کتاب کا حصہ بنی ہے۔ آیئے ہم آپ کو ایک اور عظیم محدث کے زمانہ طالب علمی کی ایک جھلک دکھاتے ہیں' جس سے اندازہ ہوگا کہ علم کس قدر قربانیاں مانگتا ہے؟ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے استاد جن کے بارے میں پہلے ذکر آچکا ہے کہ جب امام بخاریؒ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ کی سب سے بڑی خواہش کیا ہوسکتی ہے؟ تو امام بخاریؒ نے جواب میں فرمایا تھا کہ صرف اور صرف ایک خواہش اور وہ یہ کہ میرے استاد علی بن مدینی رحمہ اللہ زندہ ہوں اور میں ان کے قدموں میں بیٹھ کر تلمذ کے مزے لوٹ لوں!۔

چھوٹی عمر کے باوجود علی بن مدینیؒ کا شمار تبع تابعین کے زمرہ کے علم وفضل کے اعتبار سے جلیل القدر اکابر محدثین میں ہوتا ہے' اس عظیم محدث کا بچپنا یتیمی کے صدمے سہہ گیا' ابتدائی تعلیم کے ایام میں والد کے سایہ کا سر سے اٹھ جانا معمولی صدمہ نہ تھا مگر باہمت والدہ نے بچے کی تعلیم جاری وساری رکھنے کے لئے مثالی قربانی دی اور بیوگی' تنہائی' اور معاشی ضروریات کی رکاوٹوں سے اکیلے ٹکرا گئیں' اپنے لخت جگر کو یمن روانہ کیا' علی بن مدینیؒ نے تین سال کا طویل عرصہ حصول علم میں یمن میں گزار دیا' والدہ نے اس طویل عرصے میں کتنی کلفتیں اور مصیبتیں اٹھائی ہوں گی مگر کبھی بھی انہوں نے یہ پسند و گوارا نہ کیا کہ جوانی کی دہلیز پر قدم رنجہ کرنے والے اپنے نور نظر کو ان تکالیف کی کوئی اطلاع وخبر دے کر ان کے ذوق وشوق علم پر فکر وغم کی چھینٹیں نہ پڑنے دیں' راہ علم میں لازوال و بے مثال قربانی کی تاریخ رقم کرنے والی ممتا کو کچھ بہی خواہوں نے اس قسم کا مشورہ بھی دیا کہ اپنے واحد سہارے جگر گوشے کو خط لکھ کر واپس بلالیں اور ان کا تعلیمی سلسلہ موقوف کردیں مگر اس عظیم ماں نے سنی ان سنی کردی۔ جب تین سال کی جدائی کے اذیت ناک لمحات ختم ہوگئے' علیؒ یمن کے سفر سے واپس ماں کے آغوش میں پہنچے تو ماں نے اپنی آپ بیتی سنانے کے بجائے بیٹے کو نصیحت شروع کی اور کہا کہ بیٹا! میں نے تمہارے دوستوں اور دشمنوں سب ہی کو اچھی طرح پہچان لیا' تم بھی ان سے محتاط رہو' بیٹے نے پوچھا: اماں جان وہ کیسے؟ کہنے لگیں: جب تم یمن میں تھے تو فلاں فلاں آدمی میرے پاس آتے' ادب سے سلام کرتے اور مجھ کو تسلی دیتے ہوئے کہتے کہ آپ بیٹے کی جدائی پر گھبرائیں نہیں کچھ ہی عرصے میں علی واپس آئیں گے' تو آپ کی آنکھیں خوشی سے ٹھنڈی اور دل باغ باغ ہوجائے گا' میں نے اس سے اندازہ کرلیا کہ یہ لوگ تمہارے مخلص دوست اور نہایت خیر خواہ ہیں' ان کے برخلاف فلاں فلاں اشخاص میرے پاس آتے اور کہنے لگتے کہ آپ ان کو خط لکھیں کہ وہ جلد واپس آجائیں' اگر نہ آئیں تو مزید پریشان کن خطوط لکھیں وہ بہر حال آجائیں' ان باتوں سے میں یہ سمجھی کہ یہ لوگ تمہارے پکے دشمن ہیں' دوست ہرگز نہیں۔

(تاریخ بغداد بحوالہ سیر الصحابہؒ)

تاریخ کے سینے میں اس قسم کے واقعات کی کوئی کمی نہیں کہ علم کی راہ میں کیسے کیسے صبر آزما کٹھن مراحل پیش آتے رہے اور طالبان دین ان کا مقابلہ کرتے رہے۔ لیجئے اس سلسلے کا ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔

امام سفیان ثوریؒ جو تبع تابعین کے زمرے کے ایک عظیم بزرگ مجتہد اور فقیہ ہیں (اگرچہ ائمہ اربعہ کے مسالک کے آگے ان کا مسلک زیادہ چمک نہ سکا' مگر ترمذی کے طلبہ بخوبی جانتے ہیں کہ تقریباً ہر اختلافی مسئلے میں امام ترمذیؒ کے جامع ترمذی میں وبہ قال سفیان الثوری کے الفاظ تقریباً ہر باب میں نظر آتے ہیں) ان کی گھریلو معاشی حالت کچھ بہتر نہ تھی' معاشی نقطہ نظر سے علم کے حصول کے مواقع ناپید تھے مگر ان کی والدہ ماجدہ جذبہ دین سے سرشار نیک خاتون تھیں' انہوں نے بھٹکتے حالات میں اپنے لخت جگر سفیان ثوریؒ کو حصول علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''اے بیٹے! تم حصول علم میں لگ جاؤ' میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات کا انتظام کرلوں گی۔''

نیک بخت ماں نے ان کو محض حصول علم کی ترغیب ہی نہیں دی بلکہ ان کو مزید نصیحت بھی کی کہ یہ علم ان کے اخلاق و کردار کے سنوارنے کا سبب ہو' ان کے بگاڑنے کا سبب نہ ہو' عبادت ہو تجارت نہ ہو' ان کا یار ہو مار نہ ہو:

''علم را بر دل زنی یاری بود''

چنانچہ ایک بار بڑی دل سوزی کے ساتھ نصیحت کی کہ: ''بیٹے! جب تم دس حرف لکھ چکو' تو دیکھو کہ تمہاری چال ڈھال اور حلم و وقار میں اضافہ ہوا یا کہ نہیں' اگر اس سے کوئی اضافہ نہیں ہوا تو سمجھ لو کہ علم نے تم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔'' (صفوۃ الصفوۃ)

والدہ کی اس نصیحت کو انہوں نے ہمیشہ حرز جان بنائے رکھا' جس کی شہادت ان کی پوری زندگی سے ملتی ہے۔ (سیر الصحابہؓ)

چنانچہ اصحاب سیر کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا ہے کہ سفیان کا مرتبہ علم و فضل کے اعتبار سے زیادہ بلند تھا یا سیرت و کردار کے اعتبار سے؟ جس طرح علم و فضل میں تبع تابعین میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا' اسی طرح ان کے سیرت و کردار کا نقش بھی ہر دل پر بیٹھا ہوا تھا...... ان کے سیرت و کردار کی ایک جھلک اس خط سے ملتی ہے جو انہوں نے اپنے ایک شاگرد کے نام لکھا تھا' اس خط میں امام موصوف کی سیرت و کردار کی جھلک دیکھتے جائیے' لکھتے ہیں:

''تم جس زمانے میں ہو یہ وہ زمانہ ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے پناہ مانگی تھی کہ وہ یہ زمانہ پائیں اور قدامت کے اعتبار سے انہیں وہ کچھ حاصل تھا جو ہمیں حاصل نہیں ہے' پھر امور خیر میں قلت علم' قلت صبر اور قلت اعوان' لوگوں کی فساد انگیزی اور دنیا کی گندگی و ناپاکی کے باوجود ہم نے جس زمانہ کو پایا ہے' اس سے کیونکر علیحدہ ہوسکتے ہیں' پس تم پر واجب ہے کہ گمنامی کی زندگی بسر کرو کہ یہ زمانہ گمنامی ہی کے لئے موزوں ہے' تم پر لازم ہے کہ گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کرو اور لوگوں سے ملنا جلنا کم رکھو' پہلے زمانے میں لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے تھے لیکن اب وہ صورت نہیں رہی' بس راہ نجات یہی ہے کہ ترک تعلق کے اصول پر عمل کیا جائے' اور ہاں خبردار! امراء کا قرب اختیار نہ کرنا نہ ان سے کسی معاملہ میں اختلاط رکھنا...... ہاں خبردار! تم اس آدمی کی طرح نہ ہونا جو یہ چاہتا ہے کہ اس کے قول پر عمل کیا جائے' اس کی باتوں کی اشاعت کی جائے اور اس کا کلام سنا جائے......''

زہد و ورع و تقویٰ کا حال یہ تھا کہ لوگوں میں محاورہ بن گیا تھا: ''اگر سفیان نہ ہوتے تو تقویٰ کا جنازہ نکل چکا ہوتا۔'' (تاریخ بغداد)

یحییٰ بن یحییٰ کا بیان ہے: ''دنیا ان کی طرف بڑھی مگر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا۔'' (تاریخ بغداد)

ایک بار عشاء کی نماز پڑھ کر ایک شاگرد یوسف سے وضو کے لئے برتن مانگا' شاگرد نے برتن حاضر خدمت کرلیا' برتن کو داہنے ہاتھ میں لے لیا اور اسی حالت میں پوری رات گزار دی اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی' صبح کو شاگرد نے آکر اطلاع کردی' استاد محترم ابوعبداللہ! صبح ہوچکی ہے' فرمایا کہ جب سے تم نے یہ برتن دیا' اسی وقت سے آخرت کے انجام پر غور کرتا رہا' یہی شاگرد کہتے ہیں کہ جب استاد محترم سفیانؒ سوچنے لگ جاتے تھے تو ان کو خون کا پیشاب شروع ہوجاتا تھا۔

ان کے ایک اور شاگرد ابو اسامہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ استاد محترم بیمار پڑ گئے' میں ان کا قارورہ لے کر کسی طبیب کے پاس گیا تو طبیب نے قارورہ دیکھ کر کہا کہ یہ کسی راہب کا قارورہ معلوم ہوتا ہے' غم نے اس شخص کا جگر شق کر دیا ہے' اس کے لئے کوئی علاج کارگر نہیں ہے:

آرزوئیں خاک ہوں یا حسرتیں برباد ہوں
اب تو اس دل کو بنانا ہے تیرے قابل مجھے

☆☆......☆☆

مرتب: حافظ احسان اللہ احسان

علمأ کرام کے کرنے کا کام

علماء کرام، معزز حاضرین مجلس! میں دور دراز کا رہنے والا ایک انسان ہوں، کچھ تو دوری زمین کی دوری ہے، مسافت بہت ہے جہاں کا رہنے والا ہوں اور کچھ سیاسی حالات نے دوری پیدا کر دی، میں آپ کے ہاں آیا اور آپ نے جس گرم جوشی اخلاص اور محبت کے ساتھ میرا استقبال کیا، میرے دل میں اس کی بہت جگہ ہے اور میں اس کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

میں بار بار یہ سوچ رہا کہ ایک غریب الوطن انسان جس کی زبان آپ کی زبان نہیں، اس کی تہذیب وتمدن آپ سے مختلف ہے، ایک دور کا رہنے والا انسان آپ کے یہاں آیا ہے، آپ کے دل کے اندر یہ قدر اور محبت جس کا اظہار آپ فرما رہے ہیں، یہ کون سا رشتہ ہے جس نے آپ کو اس پر ابھارا؟ تو میرے بھائی! میرا اور آپ کا سب سے قریب اور سب سے مضبوط ترین رشتہ اور دنیا کے ہر رشتہ سے مضبوط ترین رشتہ ایمان کا رشتہ ہے، دنیا کا رشتہ دنیا میں ختم ہو سکتا ہے، لیکن ایسا رشتہ جو اس دنیا میں اور دنیا کے بعد ایک دوسری آنے والی دنیا میں بھی قائم رہے گا، وہ رشتہ ایمان کا رشتہ ہے، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

"جتنے دوست ہیں، اس دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، مگر جو لوگ ہیں ڈرنے والے۔" (زخرف:۶۷)

تقویٰ کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، قیامت کا دن ایسا روح فرسا دن ہوگا کہ جس سے دنیا کا دوست اپنے دوست سے بھاگے گا جو دنیا میں دوستی کے رشتے ہیں، وہاں قیامت کے دن دشمنی سے بدل جائیں گے: دنیا کے دوست وہاں دوست نہیں، بلکہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے، مگر دنیا کی دوستی وہاں (آخرت میں) بھی دوستی میں قائم رہے اور وہاں بھی ایک دوسرے کے دوست رہیں، وہ کون لوگ ہوں گے؟ یہ لوگ وہ ہوں گے جن کا دنیا میں تقویٰ اور ایمان کا رشتہ تھا، اس لئے یہ رشتہ بہت

مولانا سیّد ارشد مدنی مدظلہ

اہم ترین اور بڑا مضبوط رشتہ ہے۔

اس رشتہ کے بعد ہمارا اور آپ کا ایک اور بھی بہت بڑا رشتہ ہے، یہ رشتہ پہلے رشتہ سے زیادہ تنگ رشتہ ہے، مضبوط رشتہ ہے اور وہ رشتہ ہمارے ان اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے، جن کی مبارک شخصیت سے حسن عقیدت آپ کو بھی ہے اور ہمیں بھی ان کے ساتھ ایک نسبت ہے۔

ان لوگوں کا جذبہ ایمانی، خدمت خلق، معرفت خداوندی، علم، اتباع سنت، حوصلہ اور ہر باطل سے ٹکر لینے کی صلاحیت اور قوت، جس کا ساری زندگی ثبوت دیتے رہے، ان کی شخصیت ایسی بلند و برتر شخصیت تھی کہ جن کو ان سے حسن عقیدت ہوگئی اگرچہ وہ لوگ دنیا سے چلے گئے لیکن ان کے دیوانے آج بھی ان کی شخصیت کے دیوانے ہیں، بے شمار لوگوں نے ان کو نہیں دیکھا لیکن دیکھنے والوں سے ان کے حالات کو سنا، یہ بھی نہیں کہ ان کے حالات کو کتابوں میں پڑھا، لیکن اللہ نے ان کی شخصیت کے اندر ایسی کشش اور جاذبیت رکھی تھی کہ نہ دیکھتے ہوئے بھی انسان ان سے حسن عقیدت رکھتا ہے۔

گویا ہمارے اور آپ کے درمیان ایک دوسرا مضبوط ترین رشتہ یہ ہے کہ ہم اور آپ دونوں انہی کی ذات سے وابستہ ہیں اور انہی بزرگوں کو اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں اور ہم یہ تصور رکھتے ہیں، یہ یقین رکھتے ہیں اور اپنے دل کے اندر یہ ارمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس دنیا میں ہمیں ان کے دامن سے وابستہ رکھا ہے، قیامت کے دن بھی ہمیں ان سے وابستہ رکھے، میرے بھائی ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے، ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنی زندگی کے اندر جو اتنی قبولیت حاصل کی ہے کہ دنیا میں جہاں جاتے ہیں ان کے دامن سے وابستہ لوگ ہمیں ملتے ہیں، ان سے دیوانگی کا تعلق رکھنے والے لوگ ملتے ہیں، آخر ان کے وہ کیا اوصاف تھے جس نے دنیا کو اپنی طرف مائل کیا ہے؟

میرے بھائی! ان کا ایک وصف یہ تھا کہ ان کو اللہ کی مخلوق سے محبت تھی، انہوں نے اپنی ساری زندگی اللہ کی مخلوق کی ہدایت کے لئے اس کو غلط راستے سے نکال کر صراط مستقیم پر ڈالنے کے لئے اور عذاب اخروی کی طرف چلتی ہوئی مخلوق کا ہاتھ پکڑ کر رحمت خداوندی کی طرف لگانے کے لئے، اپنی زندگی

کو وقف کر رکھا تھا' ان کا اٹھنا' بیٹھنا' سونا' جاگنا' سفر اور حضر کوئی چیز دنیا کے لئے نہیں تھی' ہر چیز اللہ کے لئے تھی' جب وہ متحدہ ہندوستان کو بدیسی طاقت سے آزاد کرانے کے لئے لڑ رہے تھے' تو دنیا کے کسی منصب کے لئے نہیں لڑ رہے تھے' ہم نے یہ دیکھا کہ ان کی زندگی ایسی تھی جیسے سونے والا داہنی کروٹ سو رہا ہے اور ایک لمحے میں کروٹ بدل کر بائیں کروٹ آ جاتا ہے' ان کی زندگی کو آپ بالکل اسی طرح دیکھیں گے کہ ملک کی آزادی سے ایک گھنٹہ پہلے وہ رات اور دن ملک کی آزادی کے لئے کام کر رہے تھے' جس دن ملک آزاد ہو گیا' مقصد پورا ہو گیا' اگلے دن جو صبح آئی تو ان کو آپ دوسری کروٹ کے اوپر دیکھیں گے' اب ملکی منصب حاصل کرنے والے جو کتوں کی طرح دوڑ رہے ہیں' چھین جھپٹ کر رہے ہیں' آپ کو ان کی زندگی میں کہیں کوئی چیز نہیں ملے گی' ایک رات پہلے جو تن من دھن کی بازی لگا کر ملک کو آزاد کرانے میں مصروف تھے تو جب اگلی صبح ملک آزاد ہو گیا تو وہ کروٹ بدل کر اس میں لگ گئے کہ ملک کے اندر مسلمان کے دین اور ایمان کی حفاظت کس طرح ہو؟ رات دن سارے ملک کے اندر گھوم پھر کر یہ ایک رائے قائم کی کہ آئندہ اس ملک میں افراد کی گنتی اور قلت و کثرت کی بنا پر حکومت ہو گی اور مسلمان اقلیت کے اندر رہے تو مسلمانوں کے دین کی حفاظت کیسے ہو گی؟ اس لئے مستقبل میں اسلام کی حفاظت کا کیا طریقہ کار ہونا چاہئے؟ لہٰذا جب تک زندہ رہے رات' دن اسی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا کر وقف کر دیا' انہوں نے چار' دس' بیس' پچاس' سو نہیں ہزاروں مکتب اور مدارس قائم کر ڈالے یہ سوچا کہ اب زندگی اگر اس طرح سے نہیں ہو گی تو مسلمان کے ایمان کی حفاظت دنیا میں نہیں ہو سکے گی۔

آپ اگر دیکھیں تو آپ کو محسوس ہو گا کہ ملک کی آزادی سے پہلے اگر پچاس مدارس تھے تو آج پانچ سو اور ہزار مدارس ہیں' اگر ملک کی آزادی کے وقت ایک مسجد تھی تو مثال کے طور پر آج دس ہزار مساجد ہیں' اگر آپ دیکھیں گے اور مزید گہرائی میں جائیں گے تو بنیادی طور پر اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ' اللہ ان کی قبروں کو نور سے بھر دے' ان کی زندگی کا یہ نصب العین تھا' گویا کہ مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت کی پہلی بنیاد انہی کی رکھی ہوئی آپ کو ملے گی' اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ ہم لوگ جو ان کے دامن کرم سے وابستہ ہیں' ہماری زندگی اسی طرح سے اپنے آپ کو وقف کرنے والی ہونی چاہئے' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں' لیکن آپ کی زندگی' رات دن کسی ایک جگہ محدود نہیں ہے' انسان کی مذہبی زندگی کے اوپر' اقتصادی زندگی کے اوپر' اس کے نشیب و فراز یا ہر چیز کے اوپر نبی کی نظر تھی' یہ ہمارے اکابر بھی ایسے ہی تھے جن کی زندگی بھی اتباع سنت کے لئے وقف تھی' آپ اگر ان کی زندگی کو دیکھیں گے تو ان کی زندگی بھی کسی ایک شعبہ میں محدود نہیں نظر آئے گی' صرف یہ نہیں کہ وہ صرف مدارس کی یا مسجد کی چہار دیواری کے اندر محدود ہو کر بیٹھیں ہوں' اگر ضرورت پڑتی تو وہ باطل کی قوت کو مضمحل کرنے اور اس سے ٹکر لینے کے لئے اس کی طرف دوڑتے۔

مجھے حضرت شیخ الہند ؒ کا جملہ یاد آیا ہے' شیخ الہند ؒ ہی ایسی بات کہہ سکتے ہیں' دیکھئے اس وقت وہ تحریکات کے اندر ڈوبے ہوئے تھے اور مالٹا کی جیل سے آئے تھے اور اس وقت یہ خطبہ دیا تھا اور یہ کہا تھا کہ:

''جو لوگ موجودہ زمانے کی کشمکش سے الگ رہ کر یعنی انگریز سے ملک کو آزاد کرانے کی جو کشمکش ہے' اس سے الگ رہ کر مسجد اور مدارس کی چہار دیواری میں رہنے کو دین کی خدمت سمجھتے ہیں وہ اسلام کے دامن پر کلنک کا داغ ہیں۔''

کون آدمی کہہ سکتا ہے؟ شیخ الہند ؒ کہہ سکتا ہے' ہمارے اکابر کی زندگی یہ تھی' اس لئے وہ علماء جوان اکابر کی ذات سے وابستہ ہیں' ہم خدام جو ان سے وابستگی کو اپنی آخرت کے لئے نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں' ان کی زندگی اسی طریقے پر ہونی چاہئے کہ وہ مسجد اور مدارس کی چہار دیواری تک اپنے آپ کو محدود نہ کریں۔

آپ حضرات نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ اور ان کے تئیس سالہ دور نبوت کو پڑھا ہو گا' آپ کی زندگی میں بھی اس طرح کسی ایک شعبہ سے محدود وابستگی نہیں تھی' اپنے اکابر کی زندگی کو دیکھئے رات' دن چلنے والا ہر انسان حتیٰ کہ رکشہ اور تانگہ چلانے والا بھی یہ سمجھتا ہے یعنی جس کا تعلق علماء کے ساتھ تھا وہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ میرے دین کی حفاظت اس وقت تک نہیں ہو سکتی' جب تک میں اسی انسان کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلوں گا' آپ حضرات مجھ سے زیادہ واقف ہوں گے' اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگوں کی عمر مجھ سے زیادہ ہے۔

دیکھئے ایک وقت آیا ملک کی آزادی سے پہلے حضرت شیخ الہند ؒ کی تحریک پر ایک فتویٰ مرتب کیا گیا جس کے اوپر آپ کے اس علاقے تک علماء کے دستخط تھے کہ انگریز کی ملازمت حرام ہے' تقریباً ایک سو چھیں علماء کے اس کے اوپر دستخط ہیں' اس وقت تو ملک ایک ہی تھا' پورے ملک کے علماء جہاں جہاں تھے' دیکھئے اب آپ اس پر ذرا غور کیجئے کہ یہ فتویٰ بار بار شائع ہوتا رہا' انگریز گورنمنٹ اس کو ضبط کرتی رہی' لیکن آپ نے اگر پڑھا ہے تو

آپ جانتے ہوں گے اور اگر نہیں جانتے تو جانئے کہ اس ملک کے اندر ہزاروں گورنمنٹ کے ملازم مسلمان ایسے تھے جو اس فتویٰ کی بنیاد پر استعفیٰ دے کر ملازمت سے باہر ہوگئے' انسان اپنے کسب معاش کو چھوڑ کر' بے سہارا ہو کر اور یہ جان کر کہ مستقبل میں زندگی کیسے گزرے گی؟ ملازمت چھوڑ کر الگ کھڑا ہوجائے یہ آسان کام نہیں' لیکن آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ علماء جو کہہ رہے ہیں یہ میری دنیا اور آخرت کے لئے مفید ہے' اس سے پتا چلتا ہے کہ عوام کا تعلق علماء سے کیسا ہے؟

ہمیں یہ غور کرنا چاہئے کہ ہمارا رابطہ اور تعلق عام انسان سے کتنا ہے' میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کے اندر بہت زیادہ کمی آگئی ہے اور اس تعلق کو مستحکم کرنا چاہئے' اگر آپ اس تعلق کو مستحکم نہیں کریں گے تو آپ کا وزن ختم ہوجائے گا' آپ کبھی اپنے وزن کو دنیا کے اندر واپس نہیں لاسکیں گے' اس لئے کہ ساری دنیا اپنے خزانوں کے ساتھ اپنے اسلحہ کے ساتھ اس پر لگی ہوئی ہے کہ آپ کی طاقت کو توڑ دے' اس کو کسی منطقی طریقے پر پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے' آج دیہات اور گاؤں کا ایک ایک آدمی جانتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے' دنیا کے حالات کیا ہیں؟ اگر ہماری ہی طرف سے اس میں کوتاہی ہوئی تو تاریخ ہمیں معاف نہیں کرے گی' ہماری کوشش ہونی چاہئے کہ ہم ہر آدمی تک پہنچ سکیں' اپنے تعلق کو استوار کریں' چاہے ہماری ضرورت اس سے وابستہ نہ ہو اور ہم یہ باور کرائیں کہ انسان کی زندگی اور دنیا و آخرت' عالم دین کے بتائے ہوئے راستے پر چلے بغیر کامیاب نہیں ہوسکتی' ہماری فلاح و بہبود اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک علماء کا وزن دنیا کے اندر نہیں ہوسکتا' اس کو آپ بار بار سوچیں۔

چونکہ علماء کا مجمع ہے' میں اس لئے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اس کو سوچئے' مسجد اور مدارس کی چہار دیواری تک اپنے آپ کو محدود کر لینا یہ ایسی فاش غلطی ہوگی کہ مستقبل کے اندر آپ زمانے کی اس رفتار کے اوپر اپنی گرفت نہیں رکھ سکیں گے' آپ دنیا کے ساتھ چل رہے ہیں اور دنیا کے خزانے' دنیا کی طاقتیں یہ چاہ رہی ہیں کہ کسی طرح اسلام کو اپنی مٹھی کے اندر لے لیا جائے اور جس طرح عیسائیت بے وزن ہے' اسی طرح خدانخواستہ اسلام کو بے وزن کر دیا جائے اور اسلام کا وزن بغیر مدارس اور علماء کے نہیں ہوسکتا۔

میں کہتا ہوں کہ دیکھئے فرانس کے اندر بے شمار (جس زمانہ میں فرانس کی حکومت الجزائر' قبرص' مراکش' مصر کے اوپر تھی) عرب چلے گئے' آج بھی لاکھوں کی تعداد کے اندر ہیں' فرانس میں وہ لوگ مسلمان تھے' عربی زبان بولتے' قرآن کے مفہوم کو بھی کسی نہ کسی حد تک سمجھتے تھے' اس لئے کہ وہ ان کی مادری زبان کی کتاب ہے' لیکن چونکہ انہوں نے دنیا میں اپنے بچوں کی حفاظت کے لئے علماء پیدا نہیں کئے' مدارس قائم نہیں کئے' علماء سے مربوط نہیں ہوئے' آج ان کی تیسری چوتھی اور پانچویں نسل ہے جو خنزیر کھاتی ہے' شراب پیتی ہے' اس لئے مدارس امت کی فلاح و بہبود اور مذہب کی حفاظت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں' لیکن یہ کب ہوگا؟ ہاں یہ چیز اس وقت ہوگی جب مدارس کا ماحول اور مدارس سے نکلنے والی طاقت چہار دیواری میں محدود نہ ہو بلکہ جہاں تک آپ کی آواز پہنچ سکتی ہے وہاں تک آواز پہنچائیں' ہر عالم کی زندگی اتنی وسیع زندگی ہو کہ راستہ چلنے والا آدمی یہ محسوس کرے کہ میرا رشتہ اس عالم سے ضروری ہے' میں نے آپ کو اس کی مثال بتائی۔

اسی طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام تھے اور جس مصلّی پر کسی مسجد کا امام کھڑا ہوا ہے اسے سمجھنا چاہئے کہ یہ وہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مصلّی ہے' جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مصلّی تک محدود نہیں تھی آپ کی زندگی بھی چہار دیواری تک محدود نہیں رہنی چاہئے۔

حدیث میں آتا ہے:

"ما کان یمر برجل الا ناداہ بالصلاۃ حرکہ برجل۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سونے والے کے پاس سے نہیں گزرتے تھے' نماز کے وقت یا تو آواز دیتے تھے: نماز' نماز اور اگر پھر بھی نہیں اٹھا تو ہاتھ پکڑ کر کے یا پیر سے اس کو ہلا دیا کہ اٹھو نماز کے لئے چلو' اس سے اشارہ ملتا ہے کہ جو امام ہے' اسے اپنے مقتدیوں کی نماز کی فکر کرنی چاہئے' کون آرہا ہے' کون نہیں آرہا اور کیوں نہیں آرہا۔ حدیث میں آتا ہے کہ اس کے دروازہ پر دستک بھی دینی چاہئے' چلو نماز کے لئے' نماز صحیح ہے یا نماز صحیح نہیں ہے' اس کی فکر کرنی چاہئے' جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے کہ ایک شخص تشہد میں ایک انگلی کے بجائے دو انگلیاں اٹھاتا ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم فوراً اسے ٹوکتے اور فرماتے: "احد احد" خدا کی توحید بیان کر' ایک ایک انگلی سے توحید بیان کر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کیسی ہو رہی ہے؟ ہر امام کا فرض ہے کہ دیکھے کیا ہو رہا ہے؟ میرے بھائی بغیر اس کے آپ وزن کو قائم نہیں رکھ سکتے اور اس وقت تو زمانہ ایسا ہے کہ علماء سے مربوط عوام نہیں ہیں' طاقتیں اسی طرف چل رہی ہیں کہ مسلمان کو آپ سے' آپ کے علم سے' کتاب سے' مدارس سے' اسلام سے توڑ دیں' آپ کو اپنی مذہبی حالت مستحکم کرنا چاہئے' اور دنیا کے اندر جو اکائیاں ہیں یعنی مسلمان' اس مسلمان کو اپنے آپ سے اور اپنے آپ کو ہر مسلمان سے جوڑا جائے' اگر نہیں جوڑیں گے تو آپ بھی زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

یہ علماء کی زندگی نہیں ہے کہ آدمی گھر کے اندر محدود ہو کر بیٹھ جائے' عالم کی زندگی تو درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا نمونہ ہے کہ مخلوق خدا کے ہر ہر فرد تک پہنچنا' ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی اور نبی بھی اپنی ایک چہار دیواری تک محدود ہو جاتے تو: "فریقاً کذبوا و فریقاً یقتلون" اس کی ضرورت ہی نہ ہوتی' یعنی امت انبیاء کو نہ قتل کرتی اور نہ ان کی تکذیب کرتی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ سال تک مکی زندگی کے اندر جو مصیبتوں کے پہاڑ اپنے سر پر لئے ان میں سے بھی کسی چیز کی ضرورت نہ تھی۔

منیب غازی فرماتے ہیں کہ میں بازار میں اپنے باپ کے ساتھ تھا' میں نے دیکھا کہ ساری دنیا خرید و فروخت کر رہی ہے' ایک شخص جو نہ خریدتا ہے نہ بیچتا ہے' بس وہ ایک بات کہہ رہا ہے: "یا ایھا الناس وحدوا اللہ تفلحون" (اے لوگو! ایک اللہ کی توحید بیان کرو' کامیاب ہو جاؤ گے) اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس کے پیچھے آرہا ہے اور وہ اس شخص کو ڈھیلے اور پتھر مار رہا ہے' کوئی آدمی اس کی طرف العیاذ باللہ! تھوک دیتا ہے' کوئی آدمی زمین سے مٹی اٹھاتا ہے' اس کے منہ کے اوپر ڈال دیتا ہے' بجائے اس کے کہ کوئی اس کی بات کو سنے' دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ معاملہ کر رہی ہے۔ منیب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے؟ جس کو اس بازار میں نہ خریدنا ہے نہ بیچنا ہے' بس اپنی ایک بات کہہ رہا ہے؟ میرے باپ نے کہا کہ: یہ قریشی ہے' اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے' یہ کہتا ہے کہ اللہ نے اس کو نبی بنا کر بھیجا ہے' یہ خدا کی توحید کا پیغام پھیلا رہا ہے' میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ جو ڈھیلے اور پتھر مار رہا ہے؟ اور پیچھے سے یہ کہتا جا رہا ہے کہ: "یا ایھا الناس لا تسمعوا کلامہ انہ کذاب" (اے لوگو! اس کی بات نہ سنو یہ جھوٹا ہے) معاذ اللہ! میں نے کہا یہ کون ہے؟ میرے باپ نے کہا: وہ اس کا چچا جا رہا ہے' ابولہب ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کی بنیادوں کو ان حالات کے اندر مضبوط کیا ہے' میرے بھائی وہ عالم جو وارث ہے علوم نبوت کا' جس کو اللہ تعالیٰ نے اتنی لاکھوں اور اربوں مخلوق کے اندر منتخب کر کے مدارس تک پہنچایا' علوم نبوت کا حامل بنایا' اس کا یہ فرض ہے کہ جہاں تک اس کی آواز پہنچ سکتی ہے' وہاں تک پہنچائے' میرے بھائی! یہ فرض ہے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے کوئی نئی بات آپ سے نہیں کہی' میں تو اس سبق کو دہرانا چاہتا ہوں جس سبق سے آپ بھی واقف ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ مدارس کو اپنے دائرۂ کار سے بلکہ علماء کو ان چہار دیواریوں سے باہر نکل کر کے صرف دین کے لئے اپنے آپ کو عامۃ الناس سے مربوط کرنا چاہئے' اور اس سلسلے میں جو مصیبتیں آتی ہیں' ان کو اپنے سینے سے لگانا چاہئے' انبیاء کرام نے کم مصیبتیں نہیں جھیلیں اور پھر اس کے بعد جو ان کے صحیح جانشین اور ورثاء ہوئے ہیں' پھر کیا وجہ ہے کہ جن کو وارث علوم نبوت کہا جاتا ہے' ان کی زندگی آج مدارس تک محدود ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم کو حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے اور اکابرؒ کے دیئے ہوئے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' دین محمد کے حقوق کو ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور شرور و فتن سے محفوظ فرمائے۔ آخر میں حضرت نے مشکوۃ کے طلباء کو اجازت حدیث دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"میرے بھائی حدیث کی اجازت کے لئے حدیث پڑھنے کی ضرورت ہے' میں اجازت دیتا نہیں' اس لئے کہ اب دنیا کے اندر بڑے حوادث ہیں' بڑے فتنے ہیں' بڑے شرور ہیں' آدمی اپنے دل میں طرح طرح کے عقائد لئے ہوئے پھرتا ہے۔

میں نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو دیکھا کہ حضرت کے پاس پاکستان کے ایک مولوی صاحب کا خط پہنچا کہ مجھے غائبانہ بیعت کر لیا جائے' حضرت کے پاس میں بھی بیٹھا ہوا تھا' اگرچہ میں اس وقت بچہ تھا اور میں نے پہلی مرتبہ ان کلمات کو سنا تھا' اس لئے وہ میرے ذہن میں آج تک ضبط ہیں' حضرت نے قاری صاحب سے فرمایا کہ ان کو لکھ دیجئے کہ: "اگر آپ عقیدۂ حیات بعد الممات کے قائل ہیں تو میں آپ کو بیعت کرتا ہوں۔"

آج تک میرے ذہن میں یہ کلمات محفوظ ہیں' میں اس سے پہلے بھی لاہور میں ان کلمات کو کہہ چکا ہوں' کیونکہ آج کل یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ طالب علم کس مصلحت سے اجازت لیتے ہیں؟ لہٰذا جو طلبا اکابر دیوبند مسلک کے ہوں' اپنے بزرگوں کی جوتیاں اٹھاتے رہے ہیں اور ان کو سر کے اوپر رکھتے ہیں جو علماء دیوبند کا مسلک ہے' حضرت گنگوہی' حضرت نانوتویؒ کا ہم ان کے غلام ہیں' ان کے کفش برداری کرنے والے لوگ ہیں' ہم تو اسی مسلک پر زندہ رہنے کو اور اسی پر موت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں' وہ مسلک کوئی ان کا اپنا خانہ زاد مسلک نہیں ہے' وہ وہی مسلک ہے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو دیا اور صحابہ کرامؓ نے تابعینؒ کو دیا اور وہاں سے منتقل ہوتا ہوا' قرآن و حدیث کے ذریعے

باقی صفحہ ۲۶ پر

آہ! قاری نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ شجاع آبادی کی رحلت

مرحوم جمعیت علماء اسلام شجاع آباد کے ایک عرصہ تک امیر رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قدوۃ السالکین شیخ التفسیر حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ کی انتخابی مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جناب رانا تاج احمد نون شجاع آباد سے پی پی پی کے نمائندہ تھے جب کہ جمعیت علماء اسلام کی طرف سے حضرت بہلویؒ میدان میں تھے۔ حضرت بہلویؒ بوڑھاپے اور کمزوری کی وجہ سے کما حقہٗ مہم نہیں چلا سکتے تھے' بندہ ان دنوں مدرسہ عزیز العلوم شجاع آباد میں ابتدائی درجات کا طالب علم تھا' کہ ہمارے مدرسہ میں جمعیت علماء اسلام کی میٹنگ ہوئی جس کی صدارت صوبائی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا سید نیاز احمد شاہ گیلانیؒ (تلمبہ) نے کی' ہمارے استاد مفسر القرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ تحصیل کے امیر چنے گئے' الیکشن کے اختتام پر استاذ محترم نے جلال پور کے حلقہ سے مسلم لیگ کے امیدوار کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ جس بنا پر استاذ جیؒ کو جمعیت کی امارت سے مستعفی ہونا پڑا' ان کے بعد قاری نظام الدینؒ امیر اور مولانا رشید احمد (والد مولانا زبیر احمد صدیقی) ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے' بہر حال شہر میں حضرت بہلویؒ اور جمعیت علماء اسلام کا نام تھا' ہر طرف پرچم نبوی لہراتے ہوئے نظر آتے تھے' مرحوم قاری صاحب متحرک اور منظم مزاج کے حامل انسان تھے۔ تنظیمی رفقاء متحرک تھے' اس کے اجلاس منعقد ہوئے' جلسے ہوئے' جلوس نکلے' پی پی پی کا پہلا دور حکومت شرفاء اور دین دار لوگوں کے لئے پریشان کن تھا' اسی دور میں حضرت بہلویؒ کے گھر چوری کی واردات ہوئی' مولانا عبدالعزیزؒ جیل میں بند رہے' قاری صاحب مرحوم نے اپنے موقف سے سرمو انحراف نہ کیا۔

۱۹۷۷ء کے انتخابات میں بھی جمعیت علماء اسلام نے قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا اور ہزاروں ووٹ حاصل کئے' اس میں قاری نظام الدین پیش پیش تھے' تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ نے مردانہ وار حصہ لیا' اسی تحریک میں نصیر الدین احرار کو شہید کیا گیا جو جمعیت علماء اسلام تحصیل کے صدر تھے۔

بعد ازاں جب مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ

مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی

کا انتقال ہوا تو موصوف حالات سے دل برداشتہ ہوگئے اور جماعتی اختلاف پر پریشان رہتے ہوئے جمعیت علماء اسلام کے عہدہ کو خیر باد کہہ دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ محبت کا دیرینہ تعلق تھا' خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کی صحبتیں نصیب رہیں' جب بھی ملاقات ہوتی تو مجلس کی کارکردگی کی فرمائش کرتے' بندہ کی عادت تھی کہ جب شہر جاتا ہے تو کسی نہ کسی مسجد میں تھوڑا بہت بیان ضرور کرتا ہے' شاہی مسجد کے امام محترم مصلیٰ پر کھڑا کر دیتے ہیں' تو نماز کے بعد بیان سے خوش ہوتے اور بڑے تپاک سے ملتے' کچھ عرصہ سے بیمار چلے آ رہے تھے اور بندہ کو ملاقات نصیب نہیں ہوئی۔

مرحوم نے حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ مولانا غلام غوث ہزارویؒ مولانا مفتی محمودؒ مولانا عبیداللہ انورؒ حضرت اقدس مولانا عبداللہ بہلویؒ مولانا عبدالعزیز شجاع آبادیؒ کی قیادت و رفاقت میں بھرپور زندگی گزاری اور حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے ہاتھوں میں پرورش پائی' ان کی رحلت سے شجاع آباد کی صف اول کی دینی قیادت میں ایک اور نگینہ کی کمی ہوئی۔

۱۶/دسمبر کو گورنمنٹ ہائی اسکول کے گراؤنڈ میں نماز جنازہ ہوا جس کی امامت ان کے دیرینہ رفیق اور سیاسی طور پر تربیت یافتہ مولانا سراج احمد قریشی نے پڑھائی' نماز جنازہ میں قائد حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن کے بھائی اور جمعیت علماء اسلام سرحد کے راہنما مولانا عطاء الرحمٰن' مولانا زبیر احمد صدیقی' قاری رضا المنعم قریشی' مفتی محمد طیب معاویہ' صاحبزادہ عزیز احمد بہلوی' قاری جمیل الرحمٰن بہلوی' مولانا مفتی محمد اسحٰق جامعہ خیر المدارس' شیخ الحدیث مولانا محمد اکبر' مفتی منظور احمد تونسوی' قاضی قمر الصالحین' قاری صدر الدین' قاری محمد عارف' مفتی عبیداللہ عزیز' پیر عبیداللہ اظہر' سید خورشید عباس گردیزی' سید مجاہد علی شاہ' ڈاکٹر رفیق احمد قریشی' خواجہ شاہد رسول ایڈووکیٹ' غضنفر الرحمٰن خان سمیت کثیر تعداد میں حضرات نے شرکت کی' اللہ تعالیٰ مرحوم کی خدمات کو قبول فرما کر ان کے لئے ذریعہ نجات فرمائیں۔ آمین۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنماؤں حضرت مولانا خواجہ خان محمد کندیاں شریف' حضرت سید نفیس شاہ الحسینی' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' مولانا اللہ وسایا' مولانا محمد اکرم طوفانی اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے ایک مشترکہ بیان میں موصوف کی وفات پر قلبی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کی مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی۔

☆☆......☆☆

آخری قسط

قادیانیت کا مکروہ چہرہ!

کینیڈا سے قادیانیوں کے پندرہ سوالات اور ان کا جواب

مولانا سعید احمد جلال پوری

۱۲:..... ''حضرت محمد نے قصاص ودیت کا قانون کیوں وضع کیا؟ مثال کے طور پر اگر میں قتل کردیا جاتا ہوں' اور میرے اپنی بیوی یا بہن بھائیوں سے اختلافات ہیں تو لازماً ان کی پہلی کوشش یہی ہوگی کہ میرے بدلے میں زیادہ سے زیادہ خون بہا لے کر میرے قاتل سے صلح کرلیں اور باقی عمر عیش کریں' میں تو اپنی جان سے گیا' میرے قاتل کو پیسوں کے عوض یا اس کے بغیر معاف کرنے کا حق کسی اور کو کیوں تفویض کیا گیا؟ کیا اس طرح سزا سے بچ جانے پر قاتل کی حوصلہ افزائی نہیں ہوگی؟ کیا پیسے کے بل بوتے پر وہ مزید قتال کے لئے اس معاشرے میں آزاد نہیں ہوگا؟ پچھلے دنوں سعودی عرب میں ایک شیخ' ایک پاکستانی کو قتل کرکے سزا سے بچ گیا' کیونکہ مقتول کے اہل خانہ نے کافی دینار لے کر قاتل کو معاف کردیا تھا۔ اس قانون کے نتیجے میں صرف وہ قاتل سزا پاتا ہے' جس کے پاس قصاص کے نام پر دینے کو کچھ نہ ہو۔ پاکستان ہی کی مثال لے لیں' قیام سے لے کر اب تک' باحیثیت افراد میں سے صرف گنتی کے چند اشخاص کو قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا ملی' وہ بھی اس وجہ سے کہ مقتول کے ورثا قاتل کی نسبت کہیں زیادہ دولت مند تھے۔ لہٰذا انہوں نے خون بہا کی پیشکش ٹھکرادی۔ اس قانون کا افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ جب کوئی باحیثیت شخص کسی کا قتل کردیتا ہے تو قاتل کے اہل و عیال و رشتہ دار مقتول کے ورثا پر طرح طرح سے دباؤ ڈالتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں' جس پر ورثا قاتل کو معاف کرنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ کیا حضرت محمد نے اس قانون کو وضع کرکے ایک امیر شخص کو براہ راست ''قتل کا لائسنس'' جاری نہیں کیا؟''

جـــواب:..... اس سوال کے جواب سے پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ کسی انسان کے ہاتھوں دوسرے انسان کے قتل ہوجانے کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ کسی نے جان بوجھ کر کسی کو جان سے ماردیا' دوم یہ کہ وہ کسی شکار وغیرہ کو مارنا چاہتا تھا' مگر غلطی سے اس کے نشانہ پر کوئی انسان آگیا' اور وہ مرگیا' یا اس نے سمجھا کہ سامنے والا ہیولا اور شبیہ کسی جنگلی جانور یا شکار کی ہے' مگر اتفاق سے وہ کوئی انسان تھا جو شکاری کی گولی کا نشانہ بن کر مرگیا' پہلی صورت کو قتل عمد کہتے ہیں جس کی سزا قصاص ہے' اور دوسری صورت قتل خطا کی ہے اور اس کی سزا دیت اور خوں بہا ہے' قتل عمد میں اگر مقتول کے وارث قصاص لینے کی بجائے فی سبیل اللہ' یا خوں بہا لے کر قاتل کی جان بخشی کرنا چاہیں تو شریعت نے ان کو اختیار دیا ہے..... مگر اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ اگر بالفرض قاتل' قصاص سے بچ جائے تو حکومت بھی اس کو اس کی اس درندگی پر کوئی سزا نہ دے' یا اس کی درندگی کی روک تھام کے لئے اسے کسی مناسب تعزیر سے بھی بری قرار دے دے..... یہی وہ صورت ہے جس پر قادیانیوں کو اعتراض ہے۔

مگر افسوس! کہ ان کا اعتراض کسی واقعی اور عقلی شبہ کی بنا پر نہیں ہے' بلکہ محض اپنے یورپی آقاؤں اور عیسائی محسنوں کی ہم نوائی اور خوشنودی حاصل کرنے کی ناکام کوشش ہے۔

اس لئے کہ قانون دیت و قصاص' جو دراصل قتل و غارت گری کے سدباب کا بہترین موثر ذریعہ ہے' اس میں محض فرضی احتمالات کے ذریعے کیڑے نکالنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو قصاص و دیت کے اس قانون کے نفاذ اور اس پر عمل درآمد کی صورت میں کسی طالع آزما کو کسی معصوم کی جان سے کھیلنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔

اس لئے کہ اگر گواہوں سے یہ ثابت ہوجائے کہ قاتل نے جان بوجھ کر اس جرم کا ارتکاب کیا ہے تو اس کو قصاصاً قتل کیا جائے گا' اور اگر کوئی قاتل اپنے اس جرم کی وجہ سے کیفر کردار کو پہنچ جائے تو

اس سے پورے معاشرہ کو قتل وغارت گری سے نجات مل جائے گی اور آئندہ کسی قاتل کو اس گھناؤنے جرم کے ارتکاب سے پہلے سو بار سوچنا ہوگا کہ میں جو کام کرنے جارہا ہوں' اس کی سزا میں' میں خود بھی اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا' لہٰذا اس جرم کے ارتکاب کا معنی یہ ہے کہ میں اپنی موت کے پروانہ پر دستخط کرنے جارہا ہوں' اسی کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

"ولکم فی القصاص حیاة
یا اولی الالباب۔" (البقرۃ:۱۷۹)

ترجمہ:...... "اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو!"

لیکن اگر قتل کی کسی واردات میں شواہد' قرائن اور گواہوں سے ثابت ہو جائے کہ واقعی' قاتل نے عمداً اس جرم کا ارتکاب نہیں کیا' تو اس صورت میں قاتل کو قصاصاً قتل تو نہیں کیا جائے گا' مگر چونکہ قاتل کی ہی غلطی سے مقتول کی جان ضائع ہوئی ہے' اس لئے تو بطور سزا اس پر یہ تاوان رکھا گیا ہے کہ مقتول کے ورثا کی اشک شوئی کے طور پر وہ مقتول کے وارثوں کو ایک انسانی جان کی قیمت: سو اونٹ یا ان کی قیمت ادا کرے گا' مثلاً: آج اگر ایک اونٹ کی قیمت ۲۰ ہزار روپے ہے تو سو اونٹ کی قیمت ۲۵ لاکھ روپے ہوگی' بھلا جو شخص ایک بار اپنی غلطی کی سزا ۲۵ لاکھ کی ادائیگی کی شکل میں بھگت لے گا' وہ آئندہ کتنا محتاط ہو جائے گا؟ اور اس کی نگاہ میں انسانی جان کی کتنی قدر وقیمت ہوگی؟

پھر چونکہ کسی مسلمان کا قتل معاشرہ کا انتہائی گھناؤنا جرم ہے' اس لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت ہی مبغوض وناپسندیدہ ہے' چنانچہ ارشاد ہے:

"ومن یقتل مؤمناً متعمداً
فجزآؤہ جہنم خالداً فیہا۔"
(النساء:۹۳)

ترجمہ:...... "اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے' پڑا رہے گا اسی میں۔"

اگرچہ جمہور علمائے امت اس کے قائل ہیں کہ کفر وشرک کے علاوہ ہر جرم معاف ہو سکتا ہے اور کسی جرم کی سزا ہمیشہ کے لئے جہنم کی شکل میں نہیں ہوگی' اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: "اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے' اس کے علاوہ جسے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔" (النساء:۴۸)

مگر بہرحال اتنا تو ضرور ہے کہ ایسا شخص اگر بغیر توبہ کے مرگیا تو اسے کافی عرصہ تک جہنم میں جلنا ہوگا' اور "خالداً فیہا" کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ ایک عرصہ تک اسے جہنم کی سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اس لئے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قاتل کا قصاصاً قتل ہو جانا یا دیت کا ادا کردینا اس کی آخرت کی سزا کا بدل نہیں ہے' لہٰذا اس کو ان دنیاوی سزاؤں کا سامنا کرنے کے بعد آخرت کی سزا سے بچنے کے لئے خلوص واخلاص اور صدق دل سے توبہ بھی کرنا ہوگی' ورنہ اسے آخرت کی سزا کا بہرحال سامنا کرنا ہوگا۔

مگر چونکہ قتل کے جرم میں حق اللہ کے ساتھ حق عبد بھی شامل ہے' اس لئے دنیاوی طور پر اس حق عبد کی وصولی کا اختیار مقتول کے ورثا کو ہی حاصل ہے' اگر وہ دعویٰ کریں گے تو شریعت ان کو ان کا حق دلائے گی اور اگر وہ اپنے اس حق سے دستبردار ہونا چاہیں' تو عقل ودیانت اور دین وشریعت انہیں اپنے اس حق کی وصولی پر مجبور بھی نہیں کرے گی' بلکہ مہذب دنیا کے کسی قانون میں یہ بات شامل نہیں کہ کوئی آدمی اپنے حق سے دستبردار ہونا چاہے اور قانون اسے دستبردار نہ ہونے دے۔

لہٰذا قادیانیوں اور ان کے ولیاں نعمت عیسائیوں اور یورپ کے مستشرقین کی جانب سے یہ خدشہ پیش کرکے اس قانون دیت وقصاص پر اعتراض کرنا کہ: "اگر مقتول کے وارثوں کی مقتول سے لڑائی اور اختلاف ہو تو ان کی پہلی کوشش ہوگی کہ مقتول کے قتل کے بدلے زیادہ سے زیادہ خون بہا لے کر صلح کرلیں اور زندگی بھر مزے کریں" نہایت سفاہت و دنائت پر مشتمل ہے۔

اس لئے کہ اگر محض ان مفروضوں کی بنا پر کسی قانون کو موردالزام ٹھہرا کر اس کی افادیت کا انکار کیا جائے' تو بتلایا جائے کہ کون سا قانون اس سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے؟

اگر ایسا ہو تو کیا دنیا میں کہیں عدل وانصاف اور جرم وسزا کا قانون روبہ عمل ہوگا؟ اگر جواب نفی میں ہے تو بتلایا جائے کہ کون سی عدالت' کون سا جج' کون سا وکیل' کون سی عدلیہ بلکہ ملک کا صدر' وزیر اعظم یا بڑے سے بڑا عہدیدار اس بدگمانی سے مستثنیٰ یا محفوظ رہ سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں' تو پھر دنیا میں جرم وسزا کا قانون کیونکر نافذ ہو سکے گا؟ کیا دنیا میں کہیں عدل و انصاف کا وجود ہوگا؟

قادیانیو! ذرا عقل وہوش کے ناخن لو! اور اپنے یورپی محسنوں کی اندھی تقلید میں اسلام' پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے لچر اعتراض نہ کرو کہ خود دنیائے کفر بھی تمہارے منہ پر تھوکنے پر مجبور ہو جائے۔

۱۳:...... "اور اسی طرح کے بے شمار سوالات میرے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیا ان کے بارے میں پوچھنا توہین رسالت کے زمرے میں آتا ہے؟"

جواب:...... اس سوال کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ جس طرح پوری مہذب دنیا کا اصول ہے کہ جب تک کسی شخص کا زبان' بیان' اشارے کنائے اور شواہد وقرائن سے مجرم ہونا ثابت

نہ ہو جائے اس وقت تک وہ کسی سزا کا مستوجب نہیں ٹھہرتا' ٹھیک اسی طرح دین اسلام کا بھی یہی اصول ہے کہ جب تک کسی شخص کی گستاخی اور جرم قول' فعل' زبان' بیان' اشارے کنائے اور عمل کا روپ نہ دھار لے اس وقت تک اسے مجرم باور نہیں کیا جائے گا' چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ:

"......انا نجد فی انفسنا مایتعاظم احدنا ان یتکلم به قال اوقد وجدتموه قالوا نعم قال ذاک صریح الایمان۔"

(مشکوٰۃ:۱۸' بحوالہ صحیح مسلم)

یا رسول اللہ! ایسے ایسے برے خیالات آتے ہیں کہ گردن کٹانا تو گوارا ہے' مگر ان کا زبان پر لانا برداشت نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی تو ایمان ہے۔ یعنی اگر بلا اختیار دل میں ایسے خیالات آئیں اور ان کو زبان پر نہ لایا جائے تو نہ تو وہ جرم ہیں اور نہ ہی توہین رسالت کے زمرے میں آئیں گے۔

اس تمہید کے بعد اب سمجھئے! کہ جب تک سائل کے ذہن میں پیدا ہونے والے خیالات نے زبان و بیان کے اظہار کی شکل اختیار نہیں کی تھی' وہ کسی جرم کے دائرے میں نہیں آتے تھے' مگر اب جب کہ سائل نے نہایت توہین و تنقیص کے انداز میں ان خیالات کو اظہار کا جامہ پہنا کر ان کے ذریعہ اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو تنقید کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے تو بلاشبہ یہ انداز توہین رسالت کے زمرے میں آئے گا' جس کا واضح قرینہ سائل کا توہین و تنقیص پر مبنی اگلا چودھواں سوال ہے' جس میں اس نے اس کا برملا اظہار کیا ہے کہ:

"حضرت محمد جب ایک رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتے ہیں' چاند کو دو ٹکڑے کر سکتے ہیں' اتنے بڑے مذہب کے بانی اور خدا کے سب سے قریبی نبی ہیں تو کیا وہ مجھے ان سوالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟"

گویا سائل نے نہایت جرأت' ڈھٹائی' بے باکی اور گستاخی کے انداز میں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ معراج' شق قمر' خدا تعالیٰ کے قرب اور اسلام کے بانی ہونے کا صاف انکار کیا ہے' اس کے علاوہ سائل نے تضحیک کے انداز میں اپنی اس گستاخی پر براہ راست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سزا پانے کا مطالبہ کر کے گویا یہ باور کرانے کی ناپاک کوشش کی ہے کہ اس گستاخی پر تم تو کیا تمہارے جلیل القدر نبی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بتلایا جائے کہ یہ گستاخی اور توہین رسالت کے زمرے میں کیونکر نہیں آئے گا؟ شاید سائل اور اس کے ہم نواؤں کو ہماری گزارشات یوں سمجھ نہ آئیں' تو ہم ان کو یہ معاملہ ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہیں' مثلاً یہ کہ:

اگر کوئی شخص صدر پاکستان جناب جنرل پرویز مشرف صاحب کے بارہ میں کہے کہ: اس نے فلاں کام غلط کیا؟ فلاں معاملہ اس کا درست نہیں تھا' اس نے اقربا پروری سے کام لیا' اس نے اپنے مفادات کی خاطر اور اپنے اقتدار و مقبولیت کی خاطر یہ یہ غلط کام کئے' اور پھر آخر میں یہ کہے کہ اس قسم کے سوالات میرے ذہن میں آتے ہیں' کیا ان کا زبان پر لانا صدر کی توہین کے زمرے میں آئے گا؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو صدر صاحب اتنے بڑے عہدے کے حامل ہیں اور حاضر سروس جنرل اور پاکستان کے صدر بھی ہیں' تو کیا وہ مجھے ان سوالات واشکالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟ بتلایا جائے کہ کسی منچلے کا ایسا انداز صدر کی گستاخی میں آئے گا یا نہیں؟

۱۴:......"جو حضرات "ہاں" کہیں گے' ان سے صرف یہی عرض کر سکتا ہوں کہ حضرت محمد جب ایک رات میں ساتوں آسمانوں کی سیر کر سکتے ہیں' چاند کو دو ٹکڑے کر سکتے ہیں' اتنے بڑے مذہب کے بانی اور خدا کے سب سے قریبی نبی ہیں تو کیا وہ خود مجھے ان سوالات کی پاداش میں مناسب سزا نہیں دے سکتے؟ اگر ہاں! تو اے میرے مسلمان بھائیو! مجھ پر اور میری طرح کے دیگر انسان مسلمانوں پر رحم کرو اور حضرت محمد کو موقع دو' کہ وہ خود ہی ہمارے لئے کچھ نہ کچھ مناسب سزا تجویز فرمادیں گے۔"

جواب:...... جیسا کہ تیرھویں سوال کے جواب میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ سائل کا یہ سوال اور سوال کا انداز' نہایت گستاخی' بے ادبی اور ڈھٹائی پر مشتمل ہے' اور یہ بلاشبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کے زمرے میں آتا ہے' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کا باعث ہوں' ان پر دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ (الاحزاب:۵۷)

سائل کا یہ کہنا کہ: "میرے مسلمان بھائیو! مجھ پر اور دیگر انسانوں پر رحم کرو اور حضرت محمد کو موقع دو کہ وہ خود ہمارے لئے مناسب سزا تجویز کریں' بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی گستاخ' کسی ملک کے سربراہ یا صدر کی بدترین گستاخی کا ارتکاب کرے اور وہاں کی انتظامیہ اور پولیس سے کہے کہ مجھ پر رحم کرو اور ملک

کے صدر یا سربراہ کو موقع دو کہ وہ میرے لئے کوئی مناسب سزا تجویز کرے۔ کیا خیال ہے اس ملک کی انتظامیہ اور پولیس اس کا راستہ چھوڑ دے گی یا یہ کہہ کر اسے کیفر کردار تک پہنچائے گی کہ اس گستاخی کی سزا صدر یا سربراہ مملکت نہیں بلکہ ملکی قانون و دستور کی روشنی میں ہم ہی نافذ کریں گے؟

بتلایا جائے کہ امریکا بہادر کے نام نہاد "مسلمان باغیوں" کو افغانستان و عراق سے پکڑ کر گوانتا ناموبے لے جا کر ان کی اس "گستاخی" کی سزا صدر بش خود دے رہے ہیں یا اس کے آلۂ کار؟

بلاشبہ توہین رسالت کا قانون آج سے چودہ سو سال پہلے مرتب ہو چکا ہے اور گزشتہ چودہ صدیوں سے اس پر عمل ہوتا آ رہا ہے اور پاکستان میں بھی ۱۹۸۴ء کے ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ اس کا نفاذ ہو چکا ہے، لہٰذا اس گستاخ سائل سے ہم کہنا چاہیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ آپ کے خدام ہی تمہاری خدمت کے لئے موجود ہیں، اپنے شیش محل سے نکل کر سامنے آ کر گستاخی کیجئے! اور اپنا تماشا دیکھئے!!!

۱۵:...... "یاد رکھو! ایک مسلمان کا خون دوسرے پر حرام ہے اور کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ ایک مسلمان کو صرف اس کی سوچ اور عقائد کی بنا پر کافر قرار دیدے۔ یہ تو تھا اسلامی فرمان، اب ایک انسانی فرمان بھی سن لیں کہ "دنیا کے کسی بھی مذہب سے کہیں زیادہ، انسانی جان قیمتی ہے۔" وما علینا الا البلاغ۔"

(نقل مطابق اصل...... ناقل)

جواب:...... جی ہاں! ایک مسلمان کا خون دوسرے مسلمان پر حرام ہے اور اسلام نے ہی اس کی تعلیم دی ہے اور جو شخص اس کی خلاف ورزی کرے، قرآن کریم نے اس پر سخت وعید فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: "اور جو کوئی کسی مسلمان کو جان بوجھ کر اور ناحق قتل کرے اسے ہمیشہ (یعنی طویل عرصہ) کے لئے جہنم میں جلنا ہوگا۔" رہی یہ بات کہ کسی کو اس کی سوچ اور عقائد کی بنا پر کافر قرار دینے کا کسی کو حق نہیں، تو قادیانیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت کرنے والوں کو کافر پکا کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کیوں قرار دیا؟ اسی طرح خود مرزا جی نے اپنے مخالفین کو جنگل کے سور اور ان کی بیویوں کو کنجریوں کا خطاب کیوں دیا؟ اسی طرح اپنے نہ ماننے والوں کو جہنمی کے "اعزاز" سے کیوں سرفراز فرمایا؟ اگر مرزائیوں کے مخالف مسلمان، سوچ اور عقائد کے اختلاف کی بنا پر کافر، مرتد، جہنمی اور جنگل کے سور ہیں، تو خود مرزائی پوری امت مسلمہ کی سوچ، چودہ صدیوں کے مسلمانوں اور کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام سے اختلاف کرنے اور ان کی توہین و تنقیص کرنے کی وجہ سے کیونکر کافر نہیں ہوں گے؟

دیکھا جائے تو سائل کا یہ پورا سوال ہی اس کے دجل، تلبیس، دوغلا پن، نفاق اور سراسر جھوٹ پر مبنی ہے اس لئے کہ اگر سائل کا اپنے اس قول پر اعتقاد ہوتا تو وہ سب سے پہلے اپنے آقاؤں کو اس کی تلقین کرتا، جو فلسطین، بیروت، لبنان، افغانستان، عراق اور کشمیر میں لاکھوں انسانوں کے بے جا قتل عام کا مرتکب ہیں۔ اگر قادیانی اپنے اس موقف میں سچے ہوتے تو بلاشبہ آج وہ دنیائے عیسائیت کی تائید و حمایت کی بجائے مظلوم مسلمانوں کے حق میں آواز اٹھا رہے ہوتے، مگر اخبارات و میڈیا اس پر شاہد ہیں کہ قادیانی، عیسائیت، یورپ اور امریکا کی اس دہشت گردی پر نہ صرف خاموش ہیں، بلکہ در پردہ ان کی حمایت و تائید میں کوشاں ہیں۔

(ختم شد)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے ملفوظات:

اسرائیل کی طرح قادیانی جماعت کا وجود ہی سراپا سازش ہے، اور اس کی سازش کا نشانہ صرف پاکستان نہیں بلکہ پورا عالم اسلام، خصوصاً ایشیا اور مشرق وسطیٰ ہے، قادیانی اسرائیل گٹھ جوڑ پاکستان کے ایک بازو کو کاٹ چکا ہے اور دوسرا بازو کی تخریب میں اس کی سرگرمیاں روز افزوں ہیں۔ قادیانی دہشت پسند تنظیم کو ہر اس قوت سے قلبی تعلق ہے جو عالم اسلام کی تخریب کے مقاصد میں اس کی معاون ثابت ہو سکے، خواہ وہ یہودیوں کی "صیہونی تحریک ہو" یا دہریت پسندوں کی سوشلسٹ تحریک۔

(تحفہ قادیانیت)

بقیہ · علماء کرام کا کام

ہمارے... کا بر تک پہنچا، اس لئے مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں کسی کو اجازت دوں؟ اور یہ فتنوں کا زمانہ ہے خدا جانے کون کس نیت سے اجازت حدیث لیتا ہے؟ کیونکہ اجازت حدیث بھی ایک اہمیت رکھنے والی چیز ہے، اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی وہ طلبا اور وہ لوگ جو علماء دیوبند کے مسلک کے تابع ہیں، طابق النعل بالنعل ہیں، ان کو اجازت حدیث دیتا ہوں، جیسے مجھ کو میرے اکابر و اساتذہ کرام نے اجازت دی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دین قدیم پر اللہ تعالیٰ تثبیت عطا فرمائے۔

"یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا، قول ثابت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

اللہ تعالیٰ اس پر تثبیت عطا فرمائے۔ آمین

☆☆...........☆☆

دو فرقوں کیلئے اسلام میں کچھ حصہ نہیں!

مولانا نعیم الدین

’’حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں دو فرقے ایسے ہیں جن کو اسلام کا کچھ بھی حصہ نصیب نہیں ہے‘ وہ مرجیہ اور قدریہ ہیں۔‘‘

فائدہ:

حدیث پاک میں جن دو فرقوں کا تذکرہ کیا گیا ہے ان میں سے پہلا فرقہ ’’مرجیہ ضالہ‘‘ ہے‘ جو بندہ کے تمام افعال کو تقدیر کے حوالہ کرتے ہوئے یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ بندہ کو اپنے کسی فعل وعمل میں کوئی دخل اور اختیار نہیں ہے‘ وہ مجبور محض اور بے اختیار ہے‘ قدرت اس سے جیسے عمل صادر کراتی ہے وہ کرتا ہے‘ وہ نہ کسی عمل کے از خود کرنے پر قادر ہے اور نہ کسی عمل سے باز رہنا اس کے اختیار میں ہے۔

دوسرا فرقہ ’’قدریہ‘‘ ہے جو سرے سے تقدیر ہی کا منکر ہے‘ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ کے اعمال میں تقدیر الٰہی کا کوئی دخل نہیں ہے‘ بندہ اپنے افعال کا خود خالق اور اپنے افعال میں قادر ومختار ہے‘ وہ جو عمل کرتا ہے اپنی قدرت واختیار کی بنا پر کرتا ہے۔

مرجیہ اور قدریہ دونوں گمراہ فرقے ہیں‘ ان میں سے پہلے فرقہ نے تقدیر کے معاملہ میں افراط سے کام لیا ہے کہ سب کچھ تقدیر کو سمجھ کر اپنے آپ کو مجبور و بے بس سمجھ لیا ہے اور دوسرے فرقہ نے تفریط سے کام لیا ہے کہ سرے سے تقدیر ہی کا انکار کر دیا ہے اور اپنے آپ کو قادر ومختار سمجھ بیٹھا ہے۔

آج کل بھی کچھ لوگ ایسے پائے جاتے ہیں جو در پردہ ان فرقوں کے عقائد رکھتے ہیں‘ ہمیں ایسے لوگوں سے بچتے ہوئے اہل سنت والجماعت کے افکار ونظریات پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

دو چیزوں کو لازم پکڑلو:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفاء دینے والی دو چیزوں کو اپنے اوپر لازم کرلو‘ ایک شہد‘ دوسرے قرآن پاک۔‘‘

فائدہ:

حدیث پاک میں اہل ایمان کو دو شفاء بخش چیزوں کے لازم پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان کے لازم پکڑنے کا مطلب یہ ہے کہ روزانہ شہد کے استعمال اور تلاوت قرآن کریم کو معمول بنایا جائے‘ ان دونوں کے معمول بنانے سے بیماریاں دور ہوتی ہیں‘ شہد کے استعمال سے جسمانی بیماریاں دور ہوتی ہیں اور قرآن پاک کے تلاوت سے جسمانی اور روحانی دونوں قسم کی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کے باعث شفاء ہونے کا تذکرہ فرمایا ہے:

شہد کے بارہ میں ارشاد ہے:

’’فیہ شفاء للناس۔‘‘

(سورہ نحل:۱۴)

’’شہد میں لوگوں کیلئے شفاء ہے۔‘‘

قرآن پاک کے متعلق ارشاد ہے:

’’آپ فرمادیجئے کہ قرآن پاک اہل ایمان کے لئے ہدایت اور شفاء ہے۔‘‘

(سورہ حٰم سجدہ)

☆☆..................☆☆

اب مسلمان امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

امت کسی ایک قوم اور علاقے کے رہنے والوں کا نام نہیں ہے بلکہ سینکڑوں‘ ہزاروں قوموں اور علاقوں سے جڑ کر امت بنتی ہے جو کوئی ایک قوم یا ایک علاقہ کو اپنا سمجھتا اور دوسروں کو غیر سمجھتا ہے وہ امت کو ذبح کرتا ہے اور اس کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محنتوں پر پانی پھیرتا ہے اور امت کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے پہلے خود ہم نے ذبح کیا ہے یہود ونصاریٰ نے تو اس کے بعد کٹی کٹائی امت کو کاٹا ہے‘ اگر مسلمان ابھی امت بن جائیں تو دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی ان کا بال بیکا نہیں کرسکیں گی‘ ایٹم بم اور راکٹ ان کو ختم نہیں کرسکیں گے لیکن اگر وہ قومی اور علاقائی عصبیتوں کی وجہ سے باہم امت کے ٹکڑے کرتے رہے تو خدا کی قسم تمہارے ہتھیار اور تمہاری فوجیں تم کو نہیں بچا سکیں گی۔

اب مسلمان امت ہونے کی صفت کھو چکے ہیں‘ جب تک یہ امت بنے ہوئے تھے چند لاکھ ساری دنیا پر بھاری تھے‘ یہ امت اسی طرح بنی تھی کہ ان کا کوئی آدمی اپنے خاندان‘ اپنی برادری‘ اپنی پارٹی‘ اپنی قوم‘ اپنے وطن‘ اپنی زبان کا حامی نہ تھا‘ مال وجائیداد اور بیوی بچوں کی طرف دیکھنے والا بھی نہ تھا بلکہ ہر آدمی صرف یہ دیکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کیا فرماتے ہیں‘ امت جب ہی بنتی ہے جب اللہ اور رسول کے حکم کے مقابلہ میں سارے رشتے اور سارے تعلقات کٹ جائیں‘ جب مسلمان ایک امت ہے تو ایک مسلمان کے کہیں قتل ہو جانے سے ساری امت ہل جاتی تھی اب ہزاروں‘ لاکھوں کے گلے کٹتے ہیں اور کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔

عالمی مجلس
تحفظ ختم نبوت سے تعاون

شفاعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذریعہ

- پوری دنیا میں قادیانیت کا تعاقب
- قادیانیوں کو دعوت اسلام
- سینکڑوں مبلغین کے ذریعہ قادیانی سرگرمیوں کا سدباب
- عدالتوں میں قادیانیت کے متعلق مقدمات کی پیروی
- سینکڑوں مساجد و مدارس کے ذریعہ مبلغین کی تیاری
- دفاتر ختم نبوت، دار التصنیف اور لائبریریوں کا قیام
- قادیانیت سے تائب ہونے والے مسلمانوں کی نگہداشت
- ہفت روزہ ختم نبوت کے ذریعہ قادیانیت کا قلمی پوسٹ مارٹم

ان تمام صدقات جاریہ میں شرکت کے لئے

زکوٰۃ، صدقات، خیرات، فطرہ، عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو عنایت فرمائیں

ترسیل زر کا پتہ

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

فون: 4583486-4514122 فیکس: 4542277

اکاؤنٹ نمبر: 3464 یو بی ایل حرم گیٹ برانچ، ملتان۔

جامع مسجد باب الرحمت، پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی

فون: 2780337 فیکس: 2780340

اکاؤنٹ نمبر: 8-363 اور 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ

نوٹ، مجلس کے مرکزی دفاتر میں رقوم جمع کر کے مرکزی رسید حاصل کر سکتے ہیں

نوٹ، رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ شرعی طریقے سے مصرف میں لایا جاسکے

اپیل کنندگان:

(مولانا) خواجہ خان محمد
امیر مرکزیہ

سید نفیس الحسینی
نائب امیر مرکزیہ

(مولانا) عزیز الرحمن
ناظم اعلیٰ